عقائد و مسائل
مرتب
علامہ مفتی محمد عبد القیوم
قادری ہزاروی
ترجمہ
بقیۃ السلف شیخ الحدیث
علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری
مکتبہ قادریہ ۰ لاہور

اس کتاب کا حصہ عقائد نسفیہ طالبات درجہ عالیہ اور باقی تمام کتاب

ثانویہ خاصہ طلباء و طالبات کے نصاب میں شامل ہے

عقائد و مسائل

تالیف: حضرت علامہ مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی

مترجم: علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری

مکتبہ قادریہ

جامعہ نظامیہ رضویہ، لوہاری گیٹ۔ لاہور

نام کتاب ——— عقائد و مسائل
تالیف ——— مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی
ترجمہ ——— علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری
صفحات ——— 148
قیمت ——— /=
اشاعت ——— رمضان المبارک 1422ھ/ 2001ء
باہتمام ——— حافظ نثار احمد قادری
ناشر ——— مکتبہ قادریہ، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

مکتبہ قادریہ، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
مکتبہ رضویہ، داتا دربار مارکیٹ، لاہور

فہرست عقائد ومسائل

عنوانات | صفحات

بیداری میں زیارت رسول ﷺ 70

میلاد النبی ﷺ کا اجتماع مستحسن عمل 75

محبت اہل بیت کی ترغیب اور ان کی دشمنی پر وارننگ 81

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ عرش عظیم کے رب کے لئے اور صلوٰۃ وسلام ہو محبوب اور امین نبی، اولین وآخرین کے سردار، روشن اعضاء وضو والوں کے قائد پر اور آپ کی تمام آل اور سب صحابہ پر۔

امام مقتداء، علماء اسلام کے رہبر نجم الملۃ والدین علامہ عمر نسفی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مختصر تصنیف جس کا نام "العقائد" ہے، اہل سنت وجماعت کے عقائد پر مشتمل ہے اور نو سو سال سے علماء اسلام کے ہاں مقبول ہے۔

اس کی شرح علامہ سعد الدین تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۷۹۲ھ/۱۳۹۰ء) نے لکھی جو شرق ومغرب میں مشہور ہے اور بڑے بڑے علماء نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا ہے، سینکڑوں سالوں سے یہ دینی مدارس میں پڑھائی جارہی ہے، بڑے بڑے علماء مثلاً علامہ شمس الدین خیالی، فاضل عصام، شیخ رمضان آفندی، فاضل علامہ عبدالعزیز پرہاروی رحمہ اللہ تعالیٰ (صاحب نبراس) وغیرہم نے اس پر شروح اور حواشی لکھے۔

یہ شرح آج سے سات سو سال پہلے لکھی گئی تھی، حضرت مصنف کی طرح حضرت شارح رحمہما اللہ تعالیٰ نے بھی ان ہی اعتقادی مسائل پر گفتگو کی ہے جن میں اہل سنت وجماعت اور ان کے ماسوا فرقوں مثلاً فلاسفہ، معتزلہ، روافض، کرامیہ اور مرجیہ میں اس وقت اختلاف اور نزاع واقع ہوا تھا، شرح عقائد طویل مباحث اور علمی تحقیقات پر مشتمل ہونے کی بنا پر ابتدائی طلباء وطالبات کی ذہنی سطح سے اونچی ہے اس لئے ابتدائی تعلیم کے لئے صرف متن کو لے لیا گیا ہے۔

تقریباً ڈیڑھ سو سال پہلے کچھ فرقے، اعتقادی اختلافات اور عملی مسائل پیدا ہوئے، جن میں کثرت سے گفتگو کی جاتی ہے، ایک طالب علم کے لئے ان مسائل اور اہل سنت و جماعت کے مؤقف کے دلائل کا جاننا از حد ضروری ہے۔

ہمیں ایک مختصر رسالہ ملا جس کا نام ہے مسائل کثر حولها النقاش والجدل تصنیف: فضیلۃ الشیخ السید زین آل سمیط، اللہ تعالیٰ انہیں اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے یہ رسالہ مختصر ہونے کے باوجود بہت مفید ہے، اس میں سوالات قائم کر کے ان کے جوابات کتاب وسنت سے دیئے گئے ہیں، اس کی طباعت واشاعت کا کام حضرت عالم ربانی سید یوسف سید ہاشم رفاعی مدظلہ العالی نے کیا جو، کویت کے مشہور ترین علماء و مشائخ سے ہیں اس رسالہ کے آخر میں رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فضائل و مناقب بیان کئے گئے ہیں، ضرورت محسوس ہوئی کہ اس جگہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فضائل بھی بیان کئے جائیں۔

اسکے باوجود ان عقائد و معمولات کے بیان کرنے کی ضرورت تھی جن میں بعض لوگ بکثرت اختلاف کرتے ہیں، مثلاً ہمارے آقا و مولا اور نبی محمد مصطفیٰ ﷺ بشریت اور نورانیت کے جامع ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو کثیر اختیارات دیئے گئے ہیں، آپ کی روحانیت ہر جگہ حاضر ہے (یعنی کوئی جگہ آپ کی روحانیت سے بعید نہیں ہے) اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے شمار علوم غیبیہ عطا فرمائے ہیں، حضور نبی اکرم ﷺ کا اسم مبارک اذان اور اقامت میں سن کر انگوٹھوں کو چومنا مستحب ہے، اسی طرح نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا اور دفن کے بعد قبر پر اذان دینا جائز اور مستحب ہے۔

اس لئے حضرت علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ

لاہور/شیخوپورہ اور ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس (اہل سنت) پاکستان نے (طلباء وطالبات کی تعلیم کے لئے) ایک مجموعہ تیار کیا جس کی ترتیب اس طرح ہے۔

1: مختصر جس کا نام ہے "العقائد النسفیه"

2 :مسائل کثر حولها النقاش والجدل (وہ مسائل جن میں بکثرت اختلاف اور جھگڑا پایا جاتا ہے) اس کے آخر میں اہل بیت کرام کے فضائل کی مناسبت سے صحابہ کرام کے فضائل بھی بطور ضمیمہ شامل کر دیئے ہیں۔

3: وہ اختلافی مسائل جو پاکستان اور ہندوستان میں بکثرت زیر بحث رہتے ہیں، اس حصے کے آخر میں امام قاضی عیاض یحصبی مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ کی بابرکت کتاب "الشفا" سے رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے اور گالی دینے والے کا حکم نقل کر دیا گیا ہے

رسالہ مبارکہ "مسائل کثر حولها النقاش والجدل" میں بیان کی گئی آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی تخریج ہمارے فاضل دوست علامہ محمد عباس رضوی نے کی، اللہ تعالیٰ انہیں اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے (انہوں نے بعض اوقات ایک ایک حدیث کے دس دس حوالے بیان کر دیئے ہیں) باقی حوالوں کی تخریج ہمارے فاضل دوست محقق مولانا محمد نذیر سعیدی نے کی ہے، اللہ تعالیٰ انہیں عزت ونصرت سے نوازے۔

اس طرح یہ مجموعہ طلباء وطالبات اور عامۃ المسلمین کے لئے عظیم فوائد ومنافع پر مشتمل ہو کر منظر عام پر آیا، یہ واضح دلیل ہے کہ تنظیم المدارس (اہل سنت) پاکستان کے ذمہ دار حضرات نے اسلامی مدارس کے نصاب میں حالات حاضرہ کے تقاضوں کو نظر انداز نہیں کیا، ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی نصاب کی افادیت میں اضافے کی

خاطر اسے بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش جاری رکھیں گے۔

بحمدہ تعالیٰ راقم نے اس مجموعہ کا ترجمہ کیا ہے، عقائد نسفیہ کے ترجمہ میں شرح عقائد سے استفادہ کرتے ہوئے وضاحتی نوٹ بھی ساتھ ہی درج کر دیئے ہیں، اللہ تعالیٰ اس مجموعہ کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور اسے طلباء و طالبات کے لئے مفید بنائے۔ آمین

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

عربی تحریر: ۲۷ ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ — محمد عبد الحکیم شرف قادری

اردو ترجمہ ۷ ذوالحجہ ۱۴۱۸ھ — جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿ترجمہ: عقائد نسفیہ﴾

حقائق اشیاء اور سوفسطائیہ

اہل حق فرماتے ہیں: کہ اشیاء کی حقیقتیں موجود ہیں اور ان کا علم بھی موجود ہے، سوفسطائیہ کا اس میں اختلاف ہے (سوفا کا معنی علم اور حکمت ہے اور اسطا کا معنی ہے ملمع کیا ہوا، سوفسطا کا معنی ہوا ملمع کیا ہوا علم، سوفسطائیہ احمقوں کا ایک گروہ تھا جو مغالطہ آفرینی کے ذریعے اپنے نظریات کو فروغ دیتا تھا، ان کے تین گروہ تھے۔

1: عنادیہ: وہ اشیاء کی حقیقتوں کا انکار کرتے تھے اور انہیں خیالات اور اوہام باطلہ قرار دیتے تھے ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا وجود بھی واقعی نہیں بلکہ وہمی ہے

2: عندیہ: وہ کہتے تھے کہ اشیاء کی حقیقتیں ہمارے اعتقاد کے تابع ہیں، کسی شے کو اگر ہم قدیم مانیں تو وہ واقع میں قدیم ہے اور حادث مانیں تو وہ واقع میں حادث ہے۔

3: لاادریہ: وہ کہتے تھے کہ ہمیں کسی چیز کے موجود ہونے کا علم ہے اور نہ معدوم ہونے کا ہمیں ہر چیز میں شک ہے، یہاں تک کہ اس شک میں بھی شک ہے، حضرت مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ عبارت میں ان تمام فرقوں کا رد کر دیا ہے۔

(خلاصہ شرح عقائد: ۱۲۔ قادری)

اسباب علم

مخلوق کے علم (یقین) کے تین اسباب ہیں،

۱: صحیح حواس ۲: سچی خبر ۳: عقل۔

حواس پانچ ہیں۔ 1= سننے کی قوت 2= دیکھنے کی قوت 3= سونگھنے کی قوت 4= چکھنے کی قوت 5= چھونے کی قوت

ان میں سے ہر حس اسی چیز کا ادراک کرے گی جس کے لئے اس کی وضع کی گئی ہے۔

سچی خبر کی دو قسمیں

1: خبر متواتر: وہ خبر ہے جو اتنی بڑی جماعت کی زبان سے سنی جائے جس کا جھوٹ پر متفق ہونا تصور میں نہ آئے (یعنی ان کا جھوٹ پر جمع ہونا عادۃً محال ہو) یہ خبر بدیہی علم (یقین) کا فائدہ دیتی ہے، جیسے گزرے ہوئے زمانوں اور دور دراز کے شہروں کے گزرے ہوئے بادشاہوں کا علم۔ (خبر متواتر سے حاصل ہے)

2: اللہ تعالیٰ کے اس رسول ﷺ کی خبر جس کی تائید معجزہ سے کی گئی ہو، یہ خبر علم استدلالی کا فائدہ دیتی ہے (اور وہ اس طرح کہ یہ اس ہستی کی خبر ہے جس کی تائید معجزہ سے کی گئی ہے اور ایسی خبر ضروری اور سچی ہوگی اور اس کا مضمون واقع میں ثابت ہوگا) اس خبر سے ثابت ہونے والا علم یقینی اور ثابت ہونے میں علم بدیہی کے مشابہ ہے۔

رہی عقل تو وہ بھی علم کا سبب ہے، جو علم عقل کے سبب پہلی توجہ سے ثابت ہو وہ ضروری ہے جیسے اس بات کا علم کہ شے کا کل اس کے جز سے بڑا ہے اور جو علم عقل کے استدلال (دلیل میں نظر کرنے) سے ثابت ہو وہ کسبی ہے۔

اہل حق کے نزدیک الہام، کسی شے کی صحت کی معرفت کا سبب نہیں ہے عالم (اللہ تعالیٰ کے سوا جتنے موجودات ہیں) اپنے تمام اجزاء سمیت حادث (عدم کے بعد موجود) ہے کیونکہ عالم کی دو قسمیں ہیں۔

عالم کی دو قسمیں

۱......اَعیان (جواہر) ۲......اَعراض

اَعیان: وہ ممکن اشیاء ہیں جو قائم بذاتہا ہیں اور قائم بذاتہ کی دو قسمیں ہیں۔

(1) دو یا زیادہ اجزاء سے مرکب ہے اور وہ جسم ہے۔
(2) جو مرکب نہیں جیسے جوہر (یعنی وہ عین جو قطعی، کسری، وہمی، اور فرضی کسی تقسیم کو قبول نہیں کرتا) اور یہ جزلا یتجزی ہے۔
عرض: وہ ممکن ہے جو بذاتہ قائم نہیں ہوتا، وہ اجسام اور جواہر میں پیدا ہوتا ہے، جیسے رنگ کی قسمیں، حیز میں ہونے کی قسمیں (اجتماع، افتراق، حرکت اور سکون) ذائقے اور خوشبوئیں اعیان اور اعراض تمام حادث ہیں ماننا پڑے گا کہ تمام عالم حادث ہے۔

صفات باری تعالیٰ

تمام عالم کا پیدا کرنے والا وہ اللہ ہے، واحد، قدیم، قادر، حی، علیم، سمیع، بصیر شائی (چاہنے والا) مرید (ارادہ فرمانے والا) (اس کی صفات سلبیہ یہ ہیں کہ) وہ عرض نہیں، جسم نہیں، جوہر نہیں، مصور (شکل وصورت والا) نہیں، وہ محدود (حد اور نہایت والا) نہیں معدود نہیں (کہ اس کی جزئیات ہوں یا اجزاء رہا واحد تو وہ عدد نہیں ہے کیونکہ عدد کی ابتداء دو سے ہوتی ہے) اس کے حصے نہیں اجزا نہیں ان سے مرکب نہیں، متناہی نہیں (کہ اس کی انتہا ہو) وہ ماہیت (یعنی اشیاء کے ہم جنس ہونے) سے موصوف نہیں، نہ ہی کیفیت (مثلاً رنگ، ذائقہ بو، وغیرہ) سے موصوف ہے وہ کسی مکان میں متمکن نہیں، نہ ہی اس پر زمانہ جاری ہوتا ہے، کوئی شے اس کے مشابہ نہیں، اس کے علم اور قدرت سے کوئی شے خارج نہیں۔

معتزلہ کا اعتراض اور اس کا جواب

اس کی صفات ازلی (بے ابتداء) ہیں جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہیں (معتزلہ اللہ تعالیٰ کی صفات کو قدیم اور ازلی نہیں مانتے انہوں نے اہل سنت پر اعتراض کیا کہ تم اللہ تعالیٰ کی ذات کے مغایر متعدد صفات کو قدیم مانتے ہو، اس سے

نہ صرف اللہ تعالیٰ کے غیر کا قدیم ہونا لازم آتا ہے بلکہ کئی قدیموں کا ماننا لازم آتا ہے اور یہ توحید کے خلاف ہے، عیسائی تین قدیموں کے ماننے کی بناء پر کافر قرار پائے تھے، تمہارا کیا حال ہوگا؟ جو آٹھ نو قدیم مانتے ہو حضرت مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا کہ) یہ صفات نہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا عین ہیں اور نہ غیر۔

(غیر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دو چیزیں اس طرح ہوں کہ ایک کے معدوم ہونے کے باوجود دوسری موجود ہو سکے یعنی وجود میں ایک دوسری سے جدا ہو سکیں، اللہ تعالیٰ کی صفات اس کی ذات سے جدا نہیں ہو سکتیں اس لئے وہ ذات باری تعالیٰ کا غیر نہیں ہیں اور عین کا مطلب یہ ہے کہ دو موجودوں کا مفہوم ایک ہو اور ان میں بالکل فرق نہ ہو، لہٰذا یہ کہنا صحیح ہے کہ صفات عین ذات نہیں ہیں، کیونکہ ذات موصوف ہے اور صفت اس کے ساتھ قائم ہے جب ذات کا غیر نہیں ہیں تو اہل سنت کے نزدیک نہ تو غیر ذات کا قدیم ہونا لازم آیا اور نہ ہی متغایر قدماء کا ماننا لازم آیا، عیسائیوں کو اس لئے کافر کہا گیا، کہ انہوں نے متغایر قدماء کی اگرچہ تصریح نہیں کی لیکن یہ عقیدہ انہیں لازم ہے کیونکہ ان کے نزدیک اقنوم علم (اقنوم کا معنی اصل ہے) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بدن کی طرف منتقل ہو گیا، اس طرح انہوں نے مان لیا کہ تین قدیم ایک دوسرے سے جدا ہو سکتے ہیں اور یہ تین متغایر ذاتیں ہیں اور قدیم ہیں، اہل سنت متعدد ذوات کو قدیم نہیں مانتے بلکہ ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ قدیم ہے اور اپنی صفات سے موصوف ہے لہٰذا ان کے عقیدہ توحید میں کوئی خلل نہیں ہے، عقیدہ توحید کی مخالفت اس وقت لازم آتی جب وہ متعدد ذوات کو قدیم مانتے۔)

ازلی صفات

اور وہ ازلی صفات یہ ہیں: علم قدرت، حیات، سمع، بصر، ارادہ، مشیت، فعل

تخلیق ترزیق (فعل ازلیہ ہے جسے تکوین کہا جاتا ہے تخلیق تکوین ہی ہے جس کا تعلق پیدا کرنے سے ہے، ترزیق بھی تکوین ہی ہے جس کا تعلق رزق سے ہے تکوین کی تحقیق آئندہ آ رہی ہے) کلام (نفسی) حروف اور آوازوں کی جنس سے نہیں ہے (یہ بعض حنابلہ اور کرامیہ پر رد ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کلام حروف اور آوازوں کی جنس سے ہے اس کے باوجود قدیم ہے) یہ ایسی صفت ہے جو سکوت اور آفت کے منافی ہے۔

کلام کی دو قسمیں ہیں

کلام کی دو قسمیں ہیں، لفظی اور نفسی، کلام لفظی کے اعتبار سے سکوت یہ ہے کہ قدرت کے باوجود کلام نہ کیا جائے اور آفت یہ ہے کہ کلام کرنے کی قدرت ہی نہ ہو، جیسے گونگا اور بچہ بول ہی نہیں سکتا، اس جگہ کلام نفسی میں گفتگو ہے، اس لحاظ سے سکوت کا معنی یہ ہے کہ ایک شخص اپنے نفس میں کلام تیار نہ کرے اور آفت کا معنی ہے کہ کلام کے تیار کرنے پر قادر ہی نہ ہو) اللہ تعالیٰ اس صفت سے کلام کرنے والا حکم دینے والا، منع فرمانے والا اور خبر دینے والا ہے۔

قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام (نفسی) غیر مخلوق ہے اور وہ ہمارے مصاحف (قرآنوں) میں لکھا ہوا ہے (یعنی کلام نفسی پر دلالت کرنے والے حروف اور کتابت کی شکلوں کے ذریعے لکھا ہوا ہے) ہمارے دلوں میں (خیالی صورتوں کے ذریعے) محفوظ ہے ہماری زبانوں سے (بولے اور سنے جانے والے حروف کے ذریعے) پڑھا جاتا ہے اور ہمارے کانوں سے (ان ہی حروف کے ذریعے) سنا جاتا ہے، اس کے باوجود وہ کلام نفسی ان (قرآنوں، دلوں، زبانوں اور کانوں) میں حلول کئے ہوئے نہیں ہے (بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم ہے۔

صفت تکوین اور ارادہ

تکوین اللہ تعالیٰ کی ازلی صفت ہے اور وہ تکوین عالم اور اس کی ہر جز کو اس کے وجود کے وقت وجود عطا کرتی ہے ہمارے نزدیک تکوین مکوّن کا غیر ہے (تکوین اللہ تعالیٰ کی قدیم صفت ہے اور مکوّن حادث ہے، تکوین کا جب اس سے تعلق ہوتا ہے تو وہ معرض وجود میں آ جاتا ہے)

ارادہ، اللہ تعالیٰ کی ازلی صفت ہے، اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے۔

دیدار الٰہی

اللہ تعالیٰ کو آنکھ سے دیکھنا (یعنی انکشاف تام) از روئے عقل جائز ہے (بشرطیکہ وہم مداخلت نہ کرے) نقلی دلیل کی بناء پر ثابت ہے دلیل سمعی (قرآن وحدیث) سے ثابت ہے کہ مومنوں کو دار آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا (معتزلہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں ہوسکتا ان کی عقلی دلیل یہ ہے کہ جسے دیکھا جائے اس کے لئے ضروری ہے کہ مکان اور جہت میں ہو، دیکھنے والے کے مقابل ہو، ان کے درمیان خاص فاصلہ ہو، نہ تو زیادہ دور ہو اور نہ ہی بہت قریب ہو، نیز! دیکھنے والے کی آنکھ سے شعاع نکل کر اس پر پڑے، یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں محال ہیں، لہٰذا اس کا دیدار نہیں ہوسکتا حضرت مصنف نے اشارہ کیا کہ دیدار کیلئے یہ شرائط قابل تسلیم نہیں ہیں اس لئے انہوں نے فرمایا) اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا لیکن وہ نہ تو مکان میں ہوگا اور نہ سامنے کی جہت میں، نہ ہی دیکھنے والے کی آنکھ کی شعاع اس پر واقع ہوگی، نہ ہی دیکھنے والے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان مخصوص فاصلہ ہوگا۔

افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے

اللہ تعالیٰ بندوں کے افعال یعنی کفر، ایمان، اطاعت اور معصیت کا خالق

ہے اور یہ تمام افعال اس کے ارادے، مشیت، حکم (تکوینی) قضا اور تقدیر سے ہیں۔

بندوں کے افعال اختیاری ہیں جن پر انہیں ثواب دیا جائے گا (اگر وہ نیک اعمال ہوئے) اور ان کی بناء پر عذاب دیا جائے گا (اگر برے اعمال ہوئے) ان میں سے اچھے افعال اللہ تعالیٰ کی رضا سے ہیں، برے افعال اس کی رضا سے نہیں ہیں، (یعنی ہر فعل کو اللہ تعالیٰ پیدا فرماتا ہے، خواہ وہ اچھا ہو یا برا لیکن وہ راضی صرف اچھے افعال سے ہے برے افعال سے راضی نہیں۔)

استطاعت اور اس کی اقسام

استطاعت فعل کے ساتھ ہے یہ دراصل وہ قدرت ہے جس کے ساتھ فعل کیا جاتا ہے لفظ ''استطاعت'' اسباب اور آلات وجوارح (ہاتھ پاؤں) کی سلامتی پر بھی بولا جاتا ہے تکلیف کی صحت کا دارومدار اسی استطاعت پر ہے (یعنی لفظ استطاعت دومعنوں میں استعمال ہوتا ہے (1) اسباب کا مہیا ہونا اور ہاتھ پاؤں کا تندرست ہونا یہ معنی فعل سے پہلے ہوتا ہے اور اسی کی بنا پر انسان مکلّف ہوتا ہے (2) وہ صفت ہے جسے اللہ تعالیٰ حیوان میں اس وقت پیدا فرماتا ہے جب وہ اسباب اور آلات کی سلامتی کے بعد فعل کرنے کا قصد کرتا ہے، یہ استطاعت فعل کے ساتھ ہوتی ہے اس پر تکلیف کا دارومدار نہیں ہے) بندے کو ایسے کام کی تکلیف نہیں دی جاتی جس کی وہ طاقت نہ رکھتا ہو

جب انسان کسی کو مارتا ہے تو اسے تکلیف ہوتی ہے، شیشے کو توڑا تو وہ ٹوٹ گیا اسی طرح کسی کو قتل کیا تو اسے موت آ گئی یہ سب کچھ (تکلیف، شیشے کا ٹوٹنا اور موت) اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اس کے پیدا کرنے میں بندے کا کوئی دخل نہیں ہے۔

موت کا وقت

مقتول کو اس وقت موت آتی ہے جو، اللہ تعالیٰ کے علم میں اس کے لئے

مقدر تھا، موت اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور میت کے ساتھ قائم ہے، اجل (موت کا وقت معین) ایک ہے (کعبی نے کہا کہ مقتول کی ایک اجل قتل ہے اور ایک موت، اگر وہ قتل نہ کیا جاتا تو موت کے وقت تک زندہ رہتا یہ نظریہ صحیح نہیں ہے۔)

حرام رزق ہے؟

حرام رزق ہے (معتزلہ کے نزدیک حلال رزق ہے حرام رزق نہیں) ہر شخص اپنا رزق حاصل کرتا ہے چاہے حلال ہو یا حرام، یہ بات سوچی نہیں جا سکتی کہ انسان اپنا رزق نہ کھائے یا دوسرا آدمی اسکا رزق کھا جائے۔

اللہ تعالیٰ پر کچھ بھی واجب نہیں

اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہتا ہے گمراہی پیدا فرماتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے ہدایت پیدا فرماتا ہے، بندے کیلئے جو زیادہ فائدہ مند چیز ہے اس کا عطا کرنا اللہ تعالیٰ پر واجب نہیں ہے۔

عذابِ قبر وغیرہ عقائد

عذابِ قبر کافروں اور بعض نافرمان مومنوں کیلئے، قبر میں فرماں برداروں کو نعمتیں دینا اور منکر نکیر کا سوال کرنا دلائل سمعیہ سے ثابت ہے۔

(یہ دو فرشتے ہیں جو قبر میں آ کر بندے سے اس کے رب کریم، دین اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سوال کرتے ہیں) حق ہیں، بعث (مردوں کا قبروں سے اٹھایا جانا) حق ہے وزن (اعمال کے دفتروں کا تولا جانا) حق ہے۔

کتاب حق ہے (نامہ اعمال مومنوں کے دائیں ہاتھ اور کافروں کی پشت کی طرف سے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا) سوال حق ہے، (اللہ تعالیٰ بندہ مومن کو اپنی رحمت میں ڈھانپ کر پوچھے گا کہ: کیا تو فلاں فلاں گناہ کو پہچانتا ہے؟ وہ کہے گا: ہاں

میرے رب! جب اس سے گناہوں کا اقرار کرالے گا اور بندہ یہ سمجھے گا کہ وہ ہلاک ہوگیا، اسے ارشاد فرمائے گا: کہ میں نے دنیا میں تیرے گناہ مخفی رکھے آج میں تیرے گناہ بخشتا ہوں، جبکہ کافروں اور منافقوں کے بارے میں سب کے سامنے اعلان کیا جائے گا یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کے بارے میں جھوٹ بولا، سنو! ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے) حوض کوثر حق ہے، پل صراط حق ہے (یہ ایک پل ہے جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے اور جہنم کی پشت پر نصب کیا ہوا ہے، جنتی بخیریت اس سے گزر جائیں گے اور دوزخی پھسل کر جہنم میں گر جائیں گے) جنت حق ہے، نار جہنم حق ہے، یہ دونوں مخلوق موجود اور باقی ہیں، نہ تو جنت اور دوزخ فنا ہوں گے اور نہ ہی ان کے رہنے والے۔

گناہ کبیرہ اور کفر

گناہ کبیرہ بندہ مومن کو ایمان سے نہیں نکالتا (معتزلہ کے نزدیک نکال دیتا ہے اور اسے کفر میں داخل نہیں کرتا، خارجیوں کے نزدیک کفر میں داخل کر دیتا ہے) اللہ تعالیٰ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو (واجب الوجود یا مستحق عبادت ہونے میں) شریک کیا جائے اس کے علاوہ جس کے صغیرہ یا کبیرہ گناہ بخشنا چاہے گا بخش دے گا، صغیرہ پر عذاب کا دیا جانا ممکن ہے، کبیرہ کا معاف کرنا ممکن ہے بشرطیکہ حلال جان کر اس کا ارتکاب نہ کیا ہو۔

عقیدۂ شفاعت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مقبولان بارگاہ (یعنی انبیاء کرام، صحابہ کرام، شہداء، صلحاء اور علماء) کی شفاعت حق ہے، گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والے مومن جہنم میں ہمیشہ نہیں رہیں گے (یعنی اگر ان کو معافی نہ ملی اور دوزخ میں ڈالے گئے تو کسی نہ کسی وقت

جب اللہ تعالیٰ چاہے گا انہیں دوزخ سے رہائی عطا فرمائے گا؛ البتہ کافر ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے)

ایمان اور اسلام

ایمان ان تمام اشیاء کی دل سے تصدیق کرنا جنہیں اللہ تعالیٰ کے نبی اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں اور زبان سے اس کا اقرار کرنا ہے (البتہ دل کی تصدیق ایمان کا وہ رکن ہے جو ساقط نہیں ہوسکتا، زبان کا اقرار بعض اوقات ساقط ہوسکتا ہے، جیسے حالت اکراہ اور جبر میں، یہ بعض علماء کا مذہب ہے، جمہور محققین اس بات کے قائل ہیں کہ ایمان دل کی تصدیق کا نام ہے اور ہم اس کے ساتھ ایمانداروں والے معاملات اس وقت کریں گے جب وہ زبان سے اقرار کرے گا، یعنی اقرار دنیا میں احکام کے جاری کرنے کے لئے شرط ہے) رہے اعمال تو وہ اپنی جگہ زیادہ ہوتے رہتے ہیں، تاہم ایمان زائد اور ناقص نہیں ہوتا (کیونکہ اعمال ایمان میں داخل نہیں ہیں، اگر ایمان میں داخل ہوں تو ان کی کمی بیشی سے ایمان میں بھی کمی اور زیادتی ہوگی) ایمان اور اسلام ایک ہیں (یعنی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے، یہ مطلب نہیں کہ ان کا مفہوم بھی ایک ہے۔

جب بندے سے تصدیق اور اقرار پایا جائے تو وہ کہہ سکتا ہے کہ ان انا مؤمن حقا میں ضرور مومن ہوں، یہ نہیں کہنا چاہئے کہ میں مومن ہوں ان شاء اللہ تعالیٰ (اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا، کیونکہ اگر شک کی بناء پر اس طرح کہہ رہا ہے تو یہ قول کفر ہے اور اگر از راہ ادب اور تمام امور کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنے کے ارادے سے کہہ رہا ہے یا ایسا ہی کوئی دوسرا مقصد ہے تو صحیح ہے، تاہم بہتر یہ ہے کہ ایسی بات نہ کہے کہ اس سے شک کا وہم ہوتا ہے)

نیک بختی اور بد بختی

نیک بخت کبھی بد بخت ہو جاتا ہے (مثلاً پہلے مومن تھا پھر معاذ اللہ مرتد ہو گیا یا پہلے اطاعت شعار تھا پھر نافرمان ہو گیا) اور بد بخت کبھی نیک بخت ہو جاتا ہے (جیسے کافر مسلمان ہو جائے اور نافرمان فرمانبردار ہو جائے) یہ سعادت اور شقاوت کی تبدیلی ہے سعید بنانے اور شقی بنانے کی تبدیلی نہیں ہے (کیونکہ سعید بنانا سعادت کی تکوین ہے اور شقی بنانا شقاوت کی تکوین ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات میں تبدیلی ہوتی ہے اور نہ اس کی صفات میں (تکوین بھی اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی، البتہ اس کا تعلق کبھی سعادت سے ہوتا ہے اور کبھی شقاوت سے۔)

انبیاء و رسل علیہم السلام اور معجزات

رسولوں کے بھیجنے میں حکمت ہے (یعنی رسولوں کا بھیجنا واجب ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ پر واجب ہے، جیسے معتزلہ کہتے ہیں، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا ہے اور اس میں بندوں کا فائدہ ہے) اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں سے رسول انسانوں کی طرف بھیجے، خوشخبری دینے والے، ڈر سنانے والے اور دین و دنیا کے وہ امور بیان کرنے والے جن کی طرف لوگ محتاج ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام کو خلاف عادت معجزات سے تقویت دی (معجزہ وہ امر ہے جو عادت الہیہ کے خلاف نبوت کا دعویٰ کرنے والے کے ہاتھ پر منکرین کو چیلنج کرتے وقت اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ منکرین اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔)

انبیاء کرام کی تعداد

پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام اور آخری نبی سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی تعداد بیان کرنے کیلئے بعض احادیث روایت کی گئی ہیں،

بہتر یہ ہے کہ معین عدد پر اکتفاء نہ کیا جائے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"مِنْهُم مَّن قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُم مَّن لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ"

بعض انبیاء کرام ہم نے آپ کے سامنے بیان کردیئے اور بعض بیان نہیں کئے۔

اگر ان کی تعداد معین کردی جائے تو ہوسکتا ہے کہ جو انبیاء نہ ہوں وہ ان میں داخل ہو جائیں (اگر تعداد زیادہ بیان کردی گئی) اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کچھ انبیاء کرام علیہم السلام ان میں سے خارج ہو جائیں (اگر تھوڑی تعداد بیان کردی گئی) تمام انبیاء کرام علیہم السلام خبر دینے والے، اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے والے، سچے اور خیر خواہ تھے

فرشتے

تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے افضل ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔

فرشتے اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے حکم کی تعمیل کرنے والے ہیں، انہیں مذکر یا مونث قرار نہیں دیا جاتا (کیونکہ اس بارے میں کوئی عقلی یا نقلی دلیل نہیں ہے) اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کرام پر متعدد کتابیں نازل فرمائیں، ان میں اپنا امر، نہی وعدہ اور وعید بیان فرمائی۔

معراج شریف

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے معراج بیداری میں بشخصہ (یعنی جسم اقدس اور روح سمیت) آسمان تک، پھر جن بلندیوں تک اللہ تعالیٰ نے چاہا ثابت ہے (حدیث مشہور سے، یہاں تک کہ اس کا منکر بدعتی ہے۔)

کرامات اولیاء

اولیاء کرام کی کرامات حق ہیں، پس ولی کے لئے کرامت خلاف عادت ظاہر

ہوتی ہے، مثلاً تھوڑے وقت میں طویل فاصلے کا طے کرنا بوقت حاجت کھانے، پانی اور لباس کا ظاہر ہونا، پانی پر چلنا، ہوا میں اڑنا، پتھروں اور بے زبان جانوروں کا گفتگو کرنا وغیر ذلک اور یہ اس رسول کا معجزہ ہے جس کے ایک امتی کے ہاتھ پر کرامت ظاہر ہوئی ہے، کیونکہ کرامت سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ولی ہے اور ولی ہرگز نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنی دینداری میں سچا نہ ہو اور اس کی دینداری یہ ہے کہ وہ دل اور زبان سے اپنے رسول کی رسالت کا اقرار کرے۔

خلافتِ راشدہ اور ملوکیت

ہمارے نبی اکرم ﷺ کے بعد تمام انسانوں سے افضل حضرت ابوبکر صدیق ہیں پھر حضرت عمر فاروق، پھر حضرت عثمان غنی، پھر حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہما ان کی خلافت بھی اسی ترتیب سے ہے، خلافت تیس سال ہے اس کے بعد ملوکیت (بادشاہت) اور امارت ہے۔

امام المسلمین اور اس کی ذمہ داری

مسلمانوں کے لئے امام کا ہونا ضروری ہے جو ان کے احکام نافذ کرے حدیں قائم کرے، سرحدوں کی حفاظت کرے، لشکروں کو تیار کرے، صدقات وصول کرے، قبضہ گروپ، چوروں اور ڈاکوؤں کا قلع قمع کرے، جمعے اور عیدیں قائم کرے بندوں کے درمیان پیدا ہونے والے جھگڑوں کا خاتمہ کرے، حقوق پر قائم ہونے والی گواہیوں کو قبول کرے، ان چھوٹے بچوں اور بچیوں کے نکاح کرے جن کے سرپرست نہیں ہیں اور اموال غنیمت تقسیم کرے۔

پھر امام ظاہر ہونا چاہئے، لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ نہ ہو، نہ ہی اس کے ظہور کا انتظار ہو کہ جب حالات درست ہوں گے اور فتنہ وفساد ختم ہوگا پھر ظاہر ہوگا،

جیسے کہ شیعہ اور خاص طور پر ان کے فرقہ امامیہ کا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد امام برحق حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، پھر ان کی اولاد میں سے یکے بعد دیگرے اس منصب پر فائز ہوتے رہے یہاں تک کہ بارہویں امام حضرت محمد قاسم منتظر مہدی ہوئے، جو دشمنوں کے خوف سے پوشیدہ ہو گئے، قیامت سے پہلے ظاہر ہوں گے اور دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے، یہ نظریہ اس لئے صحیح نہیں ہے کہ امام کا مخفی ہونا اور نہ ہونا اس اعتبار سے برابر ہے کہ امام کے موجود ہونے کے جو مقاصد اور فوائد ہیں وہ حاصل نہیں ہوں گے، دوسری بات یہ کہ دشمنوں کے خوف سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اس طرح مخفی ہو جائیں کہ ان کا صرف نام باقی رہ جائے، زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ امامت کا دعویٰ چھپالیں، تیسری بات یہ ہے کہ زمانے کے فساد اور ظالموں کے غلبے کے وقت لوگوں کو امام کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اور وہ امام کی اطاعت بھی زیادہ کریں گے، امام کا سرفہرست کام ہی یہ ہے کہ وہ حالات کو درست کرے، نہ کہ حالات کے درست ہونے کا انتظار کرے، اس کی درخشاں مثال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات اقدس ہے، جنہوں نے انتہائی مخدوش حالات میں زمام خلافت تھامی اور حالات کو کنٹرول کیا)۔

امامت اور قرشیت

امام قریش میں سے ہوگا اور یہ جائز نہیں کہ غیر قریش میں سے ہو۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت شاہ احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اہل سنت کے مذہب میں خلافت شرعیہ کیلئے ضرور قرشیت شرط ہے اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے متواتر حدیثیں ہیں اسی پر صحابہ کا اجماع، تابعین کا اجماع، اہل سنت کا اجماع ہے، اس میں مخالف نہیں مگر خارجی [illegible] کتب عقائد

وکتب حدیث وکتب فقہ اس سے مالامال ہیں، بادشاہ غیر قریشی کو سلطان، امام، امیر والی، ملک کہیں گے مگر شرعاً خلیفہ یا امیر المومنین کہ یہ بھی اسی کا مترادف ہے ہر بادشاہ قریشی کو بھی نہیں کہہ سکتے سوا اس کے جو تمام شرائط خلافت کا جامع ہو کر تمام مسلمانوں کا فرماں فرمائے اعظم ہو۔

شرائطِ خلافت

خلافت کی سات شرائط ہیں جو درج ذیل ہیں،

(۱) اسلام (۲) عقل (۳) بلوغ (۴) حریت (آزاد ہونا) (۵) ذکورت (مرد ہونا) (۶) قدرت (احکام نافذ کرنے کی) (۷) قرشیت۔

(۱۲دوام العیش فی الائمة من قریش ،طبع لاہور، ص/۴۶)

حدیث شریف میں ہے:

" الائمة من قریش "ائمہ قریش سے ہوں گے۔

امام نسائی، سنن کبریٰ، کتاب القضاء باب الائمة من قریش، امام بیہقی السنن (۱۲۱/۳) اور (۱۴۳/۸) امام احمد، مسند، (۱۸۳/۳) اور (۴۲۱/۴) امام حاکم المستدرک (۷۶/۴) امام طبرانی، معجم کبیر (۲۲۴/۱)

امام کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ بنو ہاشم میں سے اور حضرت علی مرتضیٰ کی اولاد میں سے ہو (کیونکہ خلفاء ثلاثہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی قریشی تو تھے لیکن ہاشمی نہیں تھے۔رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

امام کیلئے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ معصوم ہو (عصمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے میں گناہ پیدا نہ فرمائے باوجودیکہ اس کیلئے قدرت واختیار باقی ہے، (شرح عقائد) عصمت انبیاء کرام اور فرشتوں علیہم السلام کے لئے ہے اولیاء کاملین محفوظ ہوتے ہیں معصوم نہیں)

امام کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ اپنے زمانے کے تمام لوگوں سے افضل ہو (حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے امامت کے لئے چھ صحابہ کرام کی مجلس شوری معین فرمائی تھی، حالانکہ ان میں سے بعض مثلاً حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بعض دیگر سے افضل تھے۔)

امام کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ ولایت مطلقہ کاملہ کا اہل ہو (یعنی مسلمان آزاد مرد اور عاقل بالغ ہو) مسلمانوں کے امور میں اپنی رائے اور فکر کی قوت اور دبدبے کی بنا پر تصرف کرسکتا ہو (اپنے علم عدل قوت فیصلہ اور شجاعت کی بنا) پر احکام کے نافذ کرنے دارالاسلام کی سرحدوں کی حفاظت اور ظالم سے مظلوم کا حق دلانے پر قادر ہو۔

فاسق امام

امام فسق (اللہ تعالیٰ کی نافرمانی) اور جور (اللہ تعالیٰ کے بندوں پر ظلم) کی بناء پر معزول نہیں ہوگا ہر نیک اور فاجر (بدکار) کے پیچھے نماز جائز ہے (کیونکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے "ہر نیک اور فاجر کے پیچھے نماز پڑھو بعض سلف (کہا گیا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ مراد ہیں) سے بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنے کی ممانعت منقول ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ بدعتی کے پیچھے نماز مکروہ ہے فاسق اور بدعتی کے پیچھے نماز مکروہ ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے یہ اس وقت ہے کہ اس کا فسق یا بدعت حد کفر تک نہ پہنچے اگر حد کفر تک پہنچ جائے تو اس کے پیچھے نماز بلاشبہ ناجائز ہے۔ ﴿شرح عقائد﴾

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک رسالہ لکھا ہے:
"النھی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید" (دشمنان تقلید کے پیچھے نماز پڑھنے کی سخت ممانعت) ہر نیک بدکار کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

صحابہ کرام کا ذکر

صحابہ کرام کا ذکر صرف خیر سے کیا جائے گا (احادیث صحیحہ میں ان کے مناقب بیان کیے گئے ہیں، نیز! ان پر طعن کرنے سے سختی سے منع کیا گیا ہے) ہم ان دس صحابہ کرام کے جنتی ہونے کی گواہی دیتے ہیں جنہیں حضور نبی اکرم ﷺ نے جنت کی بشارت دی (انہیں ''عشرہ مبشرہ'' کہا جاتا ہے (۱) حضرت ابوبکر صدیق (۲) حضرت عمر فاروق (۳) حضرت عثمان غنی (۴) حضربت علی مرتضٰی (۵) حضرت طلحہ (۶) حضرت زبیر بن العوام (۷) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف (۸) حضرت سعد بن ابی وقاص (۹) حضرت سعید بن زید (۱۰) حضرت ابوعبیدہ بن عامر الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہم، ان کے علاوہ ہم حضرت خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہراء اور حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے جنتی ہونے کی گواہی دیتے ہیں، کیونکہ صحیح حدیث میں ہے کہ: فاطمہ اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہیں اور حسن وحسین اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں باقی صحابہ کا ذکر صرف خیر اور بھلائی سے کیا جائے گا (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) اور دوسرے مومنوں کی نسبت ان کے لئے زیادہ اجر وثواب کی امید کی جائے گی۔ ﴿شرح عقائد﴾ کیونکہ انہیں رسول اللہ ﷺ کی صحبت حاصل ہے جس کے برابر کسی عابد کی عبادت اور کسی زاہد کا زہد نہیں ہے۔)

موزوں پر مسح

ہم سفر وحضر میں موزوں پر مسح کرنے کا عقیدہ رکھتے ہیں (یہ اگرچہ کتاب اللہ کے حکم پر اضافہ ہے لیکن حدیث مشہور سے ثابت ہے حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے مسافر کے لئے تین دن اور تین راتیں اور مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات مقرر فرمائی حضرت حسن بصری

رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کہ میں نے ستر صحابہ کرام کو پایا جو موزوں پر مسح کے قائل تھے اسی لئے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے اس وقت تک موزوں پر مسح کا قول نہیں کیا جب تک کہ یہ مسئلہ دن کی روشنی کی طرح واضح نہیں ہو گیا امام کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو شخص موزوں پر مسح کا قائل نہیں ہے مجھے اس پر کفر کا خوف ہے کیونکہ اس بارے میں آثار حد تواتر کو پہنچے ہوئے ہیں۔)

کھجور کا نبیذ

ہم کھجور کے نبیذ کو حرام قرار نہیں دیتے (مٹی کے برتن میں پانی ڈال کر اس میں کھجوریں اور منقی ڈال دیا جاتا ہے تو پانی میں تیزی پیدا ہو جاتی ہے، ابتداء اسلام میں اس سے منع کیا گیا تھا پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا، نبیذ کا حرام نہ ہونا اہل سنت کا مذہب ہے، جب کہ روافض اس میں مخالف ہیں۔)

مقام نبوت

کوئی ولی انبیاء کرام علیہم السلام کے درجے کو نہیں پہنچ سکتا (کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام معصوم اور خاتمہ کے خوف سے محفوظ ہیں، ان پر وحی نازل ہوتی ہے وہ فرشتوں کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور اولیاء کے کمالات (بلکہ ان سے کہیں اعلیٰ کمالات) سے موصوف ہونے کے بعد احکام کے پہنچانے اور مخلوق کی رہنمائی پر مامور ہوتے ہیں بعض کرامیہ سے منقول ہے کہ ولی نبی سے افضل ہو سکتا ہے اور یہ کفر ہے۔)

احکام کا مکلف

بندہ (جب تک عاقل و بالغ ہو) ایسے مقام تک نہیں پہنچ سکتا کہ اس سے امر و نہی ساقط ہو جائے (یعنی مکلف ہی نہ رہے کیونکہ شریعت مبارکہ کے خطابات عاقل و بالغ افراد کے تمام حالات کو شامل ہیں، بعض اباحیہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ بندہ

جب کمال محبت اور دل کی مکمل صفائی حاصل کر لیتا ہے اور منافقت کے بغیر کفر کو ترک کر کے ایمان اختیار کر لیتا ہے تو اس سے امر اور نہی ساقط ہو جاتا ہے اور گناہ کبیرہ کے ارتکاب کے سبب اللہ تعالیٰ اسے آگ میں داخل نہیں فرمائے گا، ان میں سے بعض نے کہا کہ اس بندے سے ظاہری عبادات ساقط ہو جاتی ہیں اور اس کی عبادت غور و فکر ہوتی ہے یہ کفر اور گمراہی ہے کیونکہ محبت اور ایمان میں سب انسانوں سے زیادہ کامل انبیاء کرام خصوصاً اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ ہیں اور ان کے حق میں تکلیفات (پابندیاں) زیادہ کامل ہیں، رہا حضور نبی ﷺ کا فرمان: کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو محبوب بنالیتا ہے تو اسے کوئی گناہ نقصان نہیں دیتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے گناہوں محفوظ رکھتا ہے اس لئے اسے گناہوں کا نقصان نہیں ہوتا۔)

قرآن وسنت کی نصوص

کتاب وسنت کی نصوص کو ان کے ظاہری معنوں پر محمول کیا جائے گا (جب تک کہ دلیل قطعی ظاہری معنوں سے نہ پھیر دے، مثلاً وہ آیات جو بظاہر اللہ تعالیٰ کے لئے جہت اور جسم ہونے پر دلالت کرتی ہیں، ان کا ظاہری معنی ہرگز مراد نہیں ہے) ان ظاہری معانی کو چھوڑ کر ایسے معانی اختیار کرنا جن کا دعوی اہل باطن ملحدین کرتے ہیں اسلام سے گریز اور کفر کے ساتھ وابستہ ہونا ہے (یہ لوگ دراصل مکمل طور پر شریعت کی نفی کرنا چاہتے ہیں اور جن امور کے بارے میں بداہۃً معلوم ہے کہ نبی اکرم ﷺ لائے ہیں ان کا انکار کرتے ہیں) کتاب وسنت کی نصوص قطعیہ (سے ثابت ہونے والے احکام) کا انکار اور رد کرنا کفر ہے (مثلاً قیامت کے دن اجسام کے اٹھائے جانے کا انکار کفر ہے کیونکہ یہ صراحۃً اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم ﷺ کی تکذیب ہے جو شخص حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بدکاری کا الزام لگائے کافر ہے)

بعض کفریہ باتیں

چھوٹے یا بڑے گناہ کو حلال جاننا کفر ہے (جبکہ اس کا گناہ ہونا دلیل قطعی سے ثابت ہو) اور گناہ کو ہلکا جاننا (اور یہ سمجھنا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے) کفر ہے شریعت مبارکہ کا تمسخر اڑانا کفر ہے (کیونکہ تکذیب کی علامت ہے) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا کفر ہے (دیکھئے قرآن پاک: سورہ یوسف ۱۲/ ۸۷ اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہونا کفر ہے (سورہ اعراف: ۷/ ۹۹ کاہن کسی امر غیبی کی خبر دے اس میں اس کی تصدیق کرنا کفر ہے (نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے: کہ جو شخص کاہن کے پاس آیا اور اس کی بات کی تصدیق کی اس نے اس دین کا انکار کیا جو اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل کیا، کاہن وہ شخص ہے جو آئندہ ہونے والے امور کی خبر دے اور دعوی کرے کہ میں علم غیب کا مطالعہ کرتا ہوں غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے بندوں کی اس تک رسائی اسی وقت ہوسکتی ہے جب اللہ تعالیٰ نے معجزہ یا کرامت کے طور پر انہیں اطلاع دے یا الہام فرمائے یا اگر ممکن ہو تو علامات سے استدلال کے ذریعے اس تک پہنچا دے یہی وجہ ہے کہ فتاوی میں بیان کیا ہے اگر کوئی شخص چاند کے گرد ہالہ دیکھ کر علم غیب کا دعوی کرتے ہوئے بارش کی پیش گوئی کرے تو کافر ہے اور اگر علامت کی بنا پر کہے تو کافر نہیں۔)

معدوم، شے نہیں ہے (کیونکہ محققین کے نزدیک شے کا معنی ثابت، متحقق اور موجود ہے لہذا جو موجود نہیں وہ شے بھی نہیں ہے۔)

ایصالِ ثواب اور دعا

اصحاب قبور کے لئے زندوں کے دعا کرنے اور ان کی طرف سے صدقہ کرنے میں ان کا فائدہ ہے (معتزلہ اس حقیقت کو نہیں مانتے اہل سنت و جماعت کہتے ہیں:

کہ صحیح حدیثوں میں اصحاب قبور کے لئے دعا کا ذکر آیا ہے، خصوصاً نماز جنازہ میں اصحاب قبور کے لئے دعائے مغفرت سلف صالحین کا معمول رہا ہے، اگر دعا کا فائدہ نہ ہوتا تو دعا کیوں کی جاتی؟ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ سعد کی ماں فوت ہوگئی ہے، کون سا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا: پانی، چنانچہ انہوں نے کنواں کھدوالیا اور کہا کہ یہ ام سعد کے لئے ہے (یعنی ان کے ایصال ثواب کے لئے ہے) اہل سنت و جماعت کو چاہئے کہ میت کے ایصال ثواب کے طور پر کھانا کھلائیں تو غرباء و فقراء کو کھلائیں، عموماً دیکھنے میں آیا ہے کہ امراء کھا جاتے ہیں غرباء کو پوچھا بھی نہیں جاتا، نیز! اہل سنت و جماعت کا لٹریچر بطور ایصال ثواب تقسیم کریں جب تک لوگ اس کا مطالعہ کریں گے اموات کو ثواب پہنچتا رہے گا) اللہ تعالیٰ دعائیں قبول فرماتا ہے اور حاجتیں پوری فرماتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا، یاد رہے کہ دعا میں بنیادی چیز یہ ہے کہ نیت کی سچائی باطن کے خلوص اور دل کے حضور سے دعا مانگے، نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے جان لو کہ اللہ تعالیٰ غافل دل سے مانگی ہوئی دعا قبول نہیں فرماتا۔ ﴿ترمذی شریف﴾

قیامت کی علامات

نبی اکرم ﷺ نے قیامت کی جو علامات بیان فرمائی ہیں برحق ہیں، اور وہ یہ ہیں دجال، دابۃ الارض اور یاجوج ماجوج کا نکلنا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اترنا اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا (مجتہد کبھی خطا کرتا ہے اور کبھی صواب کو پہنچتا ہے)

انسان اور فرشتے

انسانوں کے رسول فرشتوں کے رسولوں سے افضل ہیں، فرشتوں کے رسول عام انسانوں سے افضل ہیں اور عام انسان عام فرشتوں سے افضل ہیں (عام انسانوں سے مراد اولیاء کرام ہیں جو انبیاء کرام کے متبعین ہیں) وہ عام فرشتوں سے افضل ہیں

(المطالب الوفية شرح العقيدة النسفية للشيخ عبدالله الهرري المعروف بالحبشی) ورنہ ہم جیسے گناہگار کسی حساب کتاب ہی میں نہیں ہیں)

الحمدللہ تعالیٰ ۷ ذوالحجہ کو ترجمہ شروع کیا اور آج ۹ ذوالحجہ ۷ اپریل ۱۴۱۸ھ ۱۹۹۸ء کو یہ ترجمہ اور مختصر شرح مکمل ہوئی۔ فله الحمد اولا و آخرا۔

❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀

مقدمہ ناشر "مسائل کثر حولها النقاش والجدل"

میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرتا ہوں اور صلوٰۃ وسلام بھیجتا ہوں اللہ تعالیٰ کے عبد مکرم، رسول معظم اور حبیب گرامی، سیدنا محمد نبی امی، آپ کی تمام محترم آل، صحابہ کرام اور اولیاء امت پر حمد وثناء اور صلوٰۃ وسلام کے بعد! جب پیارے بھائی، علامہ شیخ زین بن سمیط آل باعلوی حسینی شافعی کا مخطوطہ میری نظر سے گزرا تو مجھے بہت خوشی ہوئی، میں نے اسے مفید اور فائدہ مند پایا، بہت سے اختلافی مسائل جو سواد اعظم اہل سنت وجماعت اور مخالفین کی اقلیت کے درمیان وجہ نزاع بنے ہوئے ہیں، اس رسالے میں کتاب وسنت کے معتمد دلائل شرعیہ سے ان کا بہترین جواب دیا گیا ہے۔

میں نے اس رسالے کا نام مسائل کثر حولها النقاش والجدل (وہ مسائل جن میں اختلاف اور نزاع بکثرت ہے) رکھ کر اس کی اشاعت میں اللہ تعالیٰ سے امداد کی درخواست کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ حضرت مؤلف کی تصنیفی جدوجہد اور میری اشاعت کی کوشش کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور اس کے ذریعے دلوں اور عقلوں کو مسلمانوں کے متفقہ نظریہ پر جمع فرمادے، بے شک اللہ تعالیٰ وہ بہترین ہستی ہے جس سے سوال کیا جاتا ہے اور سب سے زیادہ کریم ذات ہے جس سے امید کی جاتی ہے اور تمام تعریفیں سب جہانوں کے رب کے لیے ہیں

پہلا عربی ایڈیشن ۷ ۱۴۱ھ/ ۱۹۹۶ء سید یوسف بن سید ہاشم رفاعی (کویت)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عوامی مسائل اوران کا حل سوالاً جواباً

کتاب وسنت کی روشنی میں

تمام تعریفیں ہدایت دینے والے اور راہنما اللہ تعالیٰ کے لئے، ہماری دعا ہے کہ وہ ہمیں راہ راست کی ہدایت عطا فرمائے، گمراہی اور گمراہ گری سے محفوظ رکھے، اور صبح وشام درود وسلام بھیجے ہمارے آقا اور رسول محمد مصطفےٰ ﷺ پر جو ہر اچھے خلق اور بلند مقصد کی طرف بلانے والے ہیں، اور آپ کی آل پاک، صحابہ اور اخلاص کے ساتھ آپ کے پیروکاروں پر۔

اس مختصر رسالہ میں مسلمانوں کے سواد اعظم اور نجات پانے والی جماعت، یعنی اہل سنت وجماعت کے عقائد کے مطابق جوابات لکھے گئے ہیں، میں نے اسے سوال وجواب کی صورت میں لکھا ہے، تاکہ ابتدائی طلباء اور طالب حق سائلوں کے لئے اس کا پڑھنا آسان ہو، اللہ تعالیٰ ہی راہ راست کی ہدایت عطا فرمانے والا ہے۔

توسل

انبیاء کرام اور اولیاء عظام سے توسل کا حکم

س : انبیاء کرام اور اولیاء عظام سے توسل کا کیا حکم ہے؟

ج : دنیاوی اور اخروی حاجتوں کے پورا کرنے کے لئے ان سے توسل، استغاثہ اور استعانت شرعاً جائز ہے، اس پر مسلمانوں کے جمہور اور سواد اعظم، اہل سنت وجماعت کا اجماع ہے، اور ان کا اجماع حجت ہے، کیونکہ وہ خطا سے محفوظ و مامون ہیں، امام احمد اور امام طبرانی، نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ: میں نے اپنے رب سے دعا مانگی: کہ میری امت گمراہی پر جمع نہ ہو، اللہ تعالیٰ نے میری یہ دعا قبول فرمالی۔(۱)

امام حاکم حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں: کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ میری امت کو کبھی گمراہی پر جمع نہیں فرمائے گا۔(۲)

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ مومن جس چیز کو اچھا جانیں، وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔(۳)

توسل کا مطلب

س : انبیاء اور اولیا سے توسل کا مطلب کیا ہے؟

ج : توسل کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبوب ہستیوں کے ذکر سے برکت حاصل کی جائے، کیونکہ یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان بندوں پر رحم فرماتا ہے، ان سے توسل کا مطلب یہ ہے کہ حاجتوں کے برآنے اور مطالب کے حاصل ہونے کے لئے انہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ اور واسطہ بنایا جائے، کیونکہ انہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری نسبت زیادہ قرب حاصل ہے، اللہ تعالیٰ ان کی دعا پوری فرماتا ہے اور ان کی شفاعت قبول فرماتا ہے۔

حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: میرے بندے نے فرائض سے بڑھ کر کسی محبوب شے کے ذریعے میرا قرب حاصل نہیں کیا، میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتے کرتے اس مقام کو پہنچ جاتا ہے کہ میں اسے محبوب بنا لیتا ہوں، اور جب اسے محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کی قوت سمع ہوتا ہوں جس کے ساتھ وہ سنتا ہے، اور اس کی قوت بصر ہوتا ہوں جس کے ساتھ وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ ہوتا ہوں جس کے ساتھ وہ پکڑتا ہے اور اس کا رجل (قوت) ہوتا ہوں جس کے ساتھ وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو میں اسے ضرور دیتا ہوں اور اگر میری پناہ مانگے تو میں اسے ضرور پناہ دیتا ہوں۔(۴)

اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کیا۔

جوازِ توسل پر دلائل

س : توسل کے جائز ہونے پر کیا دلیل ہے؟

ج : توسل کے جائز ہونے پر بکثرت صحیح اور صریح حدیثیں دلیل ہیں۔

1: امام ترمذی، نسائی، بیہقی اور طبرانی سند صحیح سے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک نابینا صحابی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میری بینائی پر پڑے ہوئے پردے کو دور فرمادے، آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو، ہم دعا کریں اور اگر چاہو تو صبر کرو اور صبر تمہارے لئے بہتر ہے، انہوں نے عرض کیا کہ: آپ دعا فرمائیں، نبی اکرم ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ اچھی طرح وضو کرو اور یہ دعا مانگو: اَللّٰھُمَّ إِنِّیْ أَسْأَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ إِنِّی أَتَوَجَّهُ بِكَ إِلٰى رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰى لِیْ اَللّٰهُمَّ شَفِّعْهُ فِیَّ ۔

"اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف تیرے نبی محمد مصطفیٰ، نبی رحمت ﷺ کے وسیلے سے متوجہ ہوتا ہوں، یارسول اللہ! میں آپ کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اس حاجت کے سلسلے میں متوجہ ہوں تا کہ بر لائی جائے اے اللہ! اپنے حبیب ﷺ کی شفاعت میرے بارے میں قبول فرما"۔

وہ صحابی چلے گئے پھر وہ اس حال میں واپس آئے کہ ان کی بینائی بحال ہو چکی تھی (۵) امام بیہقی کی روایت میں ہے فقام وقد ابصر وہ صحابی اٹھ کر کھڑے ہوئے تو ان کی بینائی بحال ہو چکی تھی۔

علماء کرام فرماتے ہیں: کہ اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ سے توسل بھی ہے

اور آپ کو ندا بھی ہے، اپنی حاجتوں کے پورا کرنے کے لئے صحابہ کرام، تابعین اور
سلف وخلف نے اس دعا کو اپنا معمول بنایا ہے۔

2 : امام بخاری حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر
بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معمول تھا کہ جب قحط واقع ہوتا تو حضرت عباس بن
عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے وسیلے سے بارش کی دعا مانگتے اور عرض کرتے:
اے اللہ ! ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی ﷺ کا وسیلہ پیش کرتے تھے اور تو بارش
عطا فرماتا تھا، اب ہم اپنے نبی مکرم ﷺ کے چچا کا وسیلہ پیش کرتے ہیں، ہمیں بارش
عطا فرما، حضرت انس فرماتے ہیں: کہ لوگوں کو بارش سے سیراب کردیا جاتا۔(٦)
علماء فرماتے ہیں: کہ اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ سے توسل بھی ہے اور آپ کو ندا
بھی ہے، اپنی حاجتوں کے پورا کرنے کے لئے صحابہ کرام، تابعین اور سلف وخلف
نے اس دعا کو اپنا معمول بنایا ہے۔

2 : امام بخاری حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں: کہ حضرت عمر
بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معمول تھا کہ جب قحط واقع ہوتا تو حضرت عباس بن
عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے وسیلے سے بارش کی دعا مانگتے اور عرض کرتے: اے
اللہ! ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی ﷺ کا وسیلہ پیش کرتے تھے اور تو بارش عطا فرماتا تھا
اب ہم اپنے نبی مکرم ﷺ کے چچا کا وسیلہ پیش کرتے ہیں، ہمیں بارش عطا فرما،
حضرت انس فرماتے ہیں کہ لوگوں کو بارش سے سیراب کردیا جاتا۔(٦)

علماء کرام فرماتے ہیں: کہ یہ حدیث ارباب فضیلت وذوات سے توسل کے
بارے میں صریح ہے، کیونکہ حاضرین نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضرت عباس کا وسیلہ
پیش کیا، تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بارش عطا فرمائی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)۔

فوت شدہ بزرگوں کا وسیلہ

س : کیا دنیا سے رحلت کر جانے والوں سے توسل جائز ہے؟

ج : علماء رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی محبوب ہستیوں سے توسل جائز ہے خواہ وہ دنیاوی زندگی میں ہوں یا برزخی زندگی کی طرف منتقل ہو چکے ہوں، کیونکہ محبوبین اہل برزخ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہیں اور جو ان کی طرف متوجہ ہو، وہ بھی حصول مقصد کے سلسلے میں اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

اس کی دلیل

س: دنیا سے رحلت فرما جانے والے حضرات سے توسل کے جائز ہونے کی دلیل کیا ہے

ج : اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو ابن قیم نے زاد المعاد میں (۷) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کی : کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنے گھر سے نماز کے لئے نکلے اور کہے: اے اللہ! میں تجھ سے اس حق کے وسیلے سے دعا مانگتا ہوں جو سائلوں کا تجھ پر ہے اور اس حق کے طفیل جو تیری طرف میرے اس چلنے کا ہے، کیونکہ میں فخر اور غرور اور لوگوں کو دکھانے اور سنانے کے لئے نہیں نکلا، میں تیری ناراضگی سے بچنے اور تیری خوشنودی کو حاصل کرنے کے لئے نکلا ہوں، میری تجھ سے درخواست یہ ہے کہ مجھے آگ سے نجات عطا فرما اور میرے گناہ معاف فرما، کیونکہ تو ہی گناہوں کو بخشنے والا ہے، اللہ تعالیٰ (یہ کلمات طیبہ کہنے والے اس شخص پر ستر ہزار فرشتے مقرر فرماتا ہے جو اسکے لئے دعاء مغفرت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے وجہ کریم کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے، یہاں تک کہ وہ شخص نماز پوری کر لے، یہ حدیث امام ابن ماجہ نے بھی روایت کی ہے۔ (۸)

امام بیہقی، ابن السنی اور حافظ ابو نعیم روایت کرتے ہیں: کہ نبی اکرم ﷺ

ب نماز کیلئے تشریف لے جاتے، تو یہ دعا کرتے: اَللّٰهُمَّ اِنِّی أَسْأَلُكَ بِحَقِّ السَّائِلِيْنَ عَلَيْكَ...... الخ

علماء کرام فرماتے ہیں: کہ یہ صراحۃً توسل ہے، ہر بندہ مؤمن سے چاہے وہ زندہ ہو، یا فوت ہو چکا ہو، نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو دعا سکھائی اور اس کے پڑھنے کا حکم دیا، تمام متقدمین اور متأخرین نماز کے لئے جاتے وقت یہ دعا پڑھتے تھے

یہ بھی ثابت ہے کہ سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ کی والدہ ماجدہ (حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا) فوت ہوئیں تو نبی اکرم ﷺ نے اس طرح دعا فرمائی: اے اللہ! میری ماں فاطمہ بنت اسد کی مغفرت فرما اور ان کی قبر کو ان کے لئے اپنے نبی اور مجھ سے پہلے انبیاء کے حق کے صدقے (وسیلے) سے وسیع فرما اس حدیث کو ابن حبان حاکم اور طبرانی نے روایت کیا اور اسے صحیح قرار دیا۔(۹)

نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد میں غور کیجئے کہ مجھ سے پہلے انبیاء کے حق کے طفیل مغفرت فرما، کیونکہ اس سے صراحۃً ثابت ہوتا ہے کہ دنیا سے رحلت فرما جانے والے انبیاء کرام سے توسل جائز ہے، اس نکتے کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے، آپ ہلاکتوں سے محفوظ رہیں گے۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے توسل کی وجہ

علماء کرام، اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے نفع عطا فرمائے، فرماتے: ہیں کہ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وسیلہ بنانے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ دنیا سے رحلت کر جانے والے حضرات کو وسیلہ بنانا جائز نہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کی بجائے حضرت

عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وسیلہ بنایا تا کہ لوگوں پر واضح کر دیں کہ نبی اکرم ﷺ کے علاوہ ہستیوں کو وسیلہ بنانا بھی جائز ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے، تمام صحابہ کرام میں سے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت کی عزت و شرافت ظاہر کرنے کے لئے خاص کیا گیا۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرام کا آپ کی ذات اقدس کو وسیلہ بنانا ثابت ہے، اس کی ایک مثال وہ حدیث ہے جسے امام بیہقی اور ابن ابی شیبہ نے سند صحیح سے روایت کیا، اور وہ یہ ہے کہ لوگ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے زمانے میں قحط میں مبتلا ہو گئے، حضرت بلال بن حارث نے نبی اکرم ﷺ کے روضہ مقدسہ پر حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ اپنی امت کے لئے بارش کی دعا فرمائیں، کیونکہ لوگ ہلاکت کے دہانے پر پہنچ چکے ہیں خواب میں انہیں رسول اللہ ﷺ نے شرف زیارت عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا: تم عمر بن الخطاب کے پاس جا کر انہیں سلام کہو، اور انہیں بتاؤ کہ انہیں بارش سے سیراب کیا جائے گا حضرت بلال بن حارث نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اطلاع دی تو وہ رو پڑے اور اللہ تعالیٰ نے بارش سے جل تھل فرما دیا۔ (۱۰)

اس حدیث میں جائے استدلال حضرت بلال کا عمل ہے، وہ صحابی ہیں، ان پر نہ تو حضرت عمر فاروق نے اعتراض کیا اور نہ ہی دیگر صحابہ کرام نے رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

استغاثہ اور استعانت

استغاثہ کا معنی

س : استغاثہ کا معنی کیا ہے؟

ج : استغاثہ کا مطلب ہے بندے کا کسی مصیبت اور مشکل میں واقع ہونے کے وقت کسی ایسی ہستی سے امداد اور دستگیری طلب کرنا جو اس کی حاجت پوری کرے اور مشکل آسان کرے۔

مخلوق سے مدد مانگنا

س : کیا اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے امداد مانگی جاسکتی ہے؟

ج : ہاں! اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے سبب اور واسطہ ہونے کی حیثیت سے امداد طلب کرنا جائز ہے کیونکہ امداد حقیقۃً تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس نے امداد کے اسباب اور واسطے بھی پیدا نہیں فرمائے، اسکی دلیل حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی امداد فرماتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی امداد میں مصروف رہے (وَاللّٰهُ فِيْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِيْ عَوْنِ أَخِيْهِ) اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا (۱۱) دوسری حدیث میں راستے کے حقوق بیان کرتے ہوئے فرمایا: وَإِنْ تُغِيْثُوا الْمَلْهُوْفَ وَتَهْدُوا الضَّالَّ ''مصیبت زدہ کی امداد کرو اور گم کردہ راہ کی راہنمائی کرو''۔ اس حدیث کو امام ابوداؤد نے روایت کیا۔ (۱۲)

سرکار دو عالم ﷺ نے امداد کرنے کی نسبت بندے کی طرف فرمائی اور ایک دوسرے کی امداد کرنے کی تلقین فرمائی۔

مخلوق سے استمداد کی دلیل

س: اللہ تعالیٰ کے بندوں سے استغاثہ اور استعانت کے جائز ہونے پر کیا دلیل ہے؟

ج : امام بخاری "کتاب الزکوۃ" میں روایت کرتے ہیں: کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن سورج قریب ہو جائے گا، یہاں تک کہ پسینہ آدھے کان تک پہنچ جائے گا، لوگ اس حالت میں حضرت آدم علیہ السلام، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام پھر سید العالمین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے مدد طلب کریں گے۔ (الحدیث) (۱۳)

تمام اہل محشر انبیاء کرام علیہم السلام سے مدد طلب کرنے کے جواز پر متفق ہوں گے یہ اتفاق اس بنا پر ہوگا کہ اللہ تعالیٰ انہیں الہام فرمائے گا، یہ حدیث انبیاء کرام علیہم السلام سے دنیا اور آخرت میں توسل اور استعانت کے مستحب ہونے کی قوی دلیل ہے۔

2 : امام طبرانی روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی آدمی راستے سے بھٹک جائے، یا امداد کا طلب گار ہو اور وہ ایسی زمین میں ہو جہاں کوئی غمگسار نہ ہو، تو کہے یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَغِیْثُوْنِیْ اور ایک روایت میں ہے أَعِیْنُوْنِیْ اے اللہ کے بندو! میری امداد کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے بندے ہیں جنہیں تم نہیں دیکھتے۔ (۱۴)

اس حدیث میں صراحت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایسے بندوں سے مدد طلب کرنا اور انہیں ندا کرنا جائز ہے جو غائب ہوں۔

زندہ اور فوت شدہ میں فرق نہیں

سید امام احمد بن زینی دحلان رحمہ اللہ تعالیٰ (سابق مفتی مکہ مکرمہ) اپنی کتاب خلاصۃ الکلام میں فرماتے ہیں: کہ اہل سنت و جماعت کا مذہب یہ ہے کہ زندہ

اور فوت شدہ حضرات سے توسل اور ان سے مدد طلب کرنا جائز ہے، کیونکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ مؤثر اور نفع نقصان دینے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے، انبیاء کرام کی کسی چیز میں تاثیر نہیں ہے، چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں، اس لئے ان سے برکت حاصل کی جاتی ہے اور ان کے مقام سے مدد طلب کی جاتی ہے وہ لوگ جو زندہ اور وفات یافتہ حضرات میں فرق کرتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ زندوں سے مدد مانگنا جائز ہے اور فوت شدہ حضرات سے مدد مانگنا جائز نہیں ہے) ان کا عقیدہ یہ ہے کہ زندہ تو تاثیر کرتے ہیں اور فوت شدہ حضرات تاثیر نہیں کرتے، جب کہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے، ارشاد ربانی ہے: وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ''اللہ تعالیٰ نے تمہیں اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا ہے''۔

زندوں کو فوت شدہ سے نفع

س: کیا ہمیں اللہ تعالیٰ کے بندوں سے وفات کے بعد بھی دنیا میں نفع حاصل ہوتا ہے؟

ج: ہاں! میت، زندہ کو نفع دیتا ہے، اس لئے کہ یہ طے شدہ حقیقت ہے کہ اموات زندوں کے لئے دعا اور شفاعت کرتے ہیں، سیدنا شیخ امام عبداللہ بن علوی رحمہ اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور ان کی بدولت ہمیں نفع عطا فرمائے، فرماتے ہیں: کہ زندوں کی نسبت دنیا سے رحلت فرمانے والے زندوں کو زیادہ نفع دیتے ہیں، کیونکہ زندہ افراد فکر معاش کی وجہ سے دوسروں کی طرف اتنی توجہ نہیں کر سکتے، جب کہ دنیا سے رحلت فرمانے والے فکر معاش سے آزاد ہو چکے ہیں، ان کو اپنے سابقہ اعمال کے علاوہ کسی چیز کی فکر نہیں ہوتی، فرشتوں کی طرح ان کا اس کے علاوہ کسی امر سے تعلق نہیں ہوتا۔ (۱۶)

اس مسئلہ پر دلائل

س : اس پر کیا دلیل ہے کہ اہل قبور سے زندوں کو نفع پہنچتا ہے؟

ج : اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک تمہارے اعمال عزیز واقارب کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں، اگر اچھے عمل ہوں تو وہ خوش ہوتے ہیں بصورت دیگر وہ کہتے ہیں: اے اللہ! انہیں موت نہ دے، یہاں تک کہ انہیں ہدایت دے جس طرح تو نے ہمیں ہدایت عطا فرمائی۔ (۱۷)

امام بزار نے سند صحیح سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا: کہ ہماری حیات تمہارے لئے بہتر ہے، تم گفتگو کرتے ہو اور تمہارے ساتھ گفتگو کی جاتی ہے اور ہماری وفات تمہارے لئے بہتر ہے، تمہارے اعمال ہمارے سامنے پیش کئے جائیں گے، تو ہم جو اچھا کام دیکھیں گے اللہ تعالیٰ کی حمد کریں گے اور جو برا کام دیکھیں گے تو تمہارے لئے دعائے مغفرت کریں گے۔ (۱۸)

علماء کرام فرماتے ہیں: کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ کے سامنے گنہگار امتی کے اعمال پیش کئے جائیں گے، تو سرکار دوعالم ﷺ کی دعائے مغفرت سے بڑا فائدہ کیا ہوگا۔

بعض علماء نے فرمایا: کہ صاحب قبر کے زندہ کو فائدہ پہنچانے کی قوی دلیل وہ واقعہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کو شب معراج پیش آیا جب اللہ تعالیٰ نے آپ پر اور آپ کی امت پر پچاس نمازیں فرض فرمائیں تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے آپ کو

مشورہ دیا کہ آپ اپنے رب سے رجوع کریں اور تخفیف کی درخواست کریں، جیسا کہ حدیث صحیح میں آیا ہے۔(۱۹)

سیدنا موسیٰ علیہ السلام اس وقت رحلت فرما چکے تھے، ہم اور قیامت تک آنے والی امت محمدیہ کے افراد ان کی برکت سے مستفید ہو رہے ہیں، اور ہوتے رہیں گے ان کے واسطے سے تمام امت کے لئے تخفیف واقع ہو گئی اور یہ بہت بڑا فائدہ ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام قبروں میں زندہ ہیں

س : کیا انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں؟

ج : ہاں! کیونکہ یہ ثابت ہے کہ وہ حج کرتے ہیں اور اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں، علماء کرام فرماتے ہیں: کہ بعض اوقات انسان مکلّف نہیں ہوتا، لیکن لطف اندوز ہونے کے لئے اعمال ادا کرتا ہے، لہٰذا یہ بات اس امر کے منافی نہیں ہے کہ آخرت دار عمل نہیں ہے۔

حیاتِ انبیاء علیہم السلام پر دلائل

س : انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زندگی پر کیا دلیل ہے؟

ج : صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شب معراج موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے ہمارا گزر ہوا، وہ سرخ ٹیلے کے پاس اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔(۲۰)

امام بیہقی اور ابو یعلیٰ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں (۲۱)

امام مناوی نے فرمایا: یہ حدیث صحیح ہے۔(۲۲)

علماء کرام فرماتے ہیں: کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں شہداء کی زندگی صراحۃً بیان فرمائی ہے: ارشاد ربانی ہے: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ۔ (۲۳)

"ان لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے، انہیں ہرگز مردہ گمان نہ کرو، بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں انہیں رزق دیا جاتا ہے"۔

جب شہید زندہ ہیں، تو انبیاء کرام اور صدیقین بطریق اولیٰ زندہ ہوں گے کیونکہ وہ شہداء سے بلند درجہ رکھتے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے: کہ میں اپنے گھر میں جس میں رسول اللہ ﷺ اور میرے والد ماجد آرام فرماتے، اس حال میں داخل ہوا کرتی تھی کہ پردے کا کچھ خاص اہتمام نہ ہوتا تھا، میں کہتی تھی کہ ایک میرے شوہر محترم ہیں اور دوسرے میرے والد ماجد ہیں، جب ان کے ساتھ حضرت عمر فاروق دفن ہوئے تو اللہ کی قسم! عمر فاروق سے حیا کی بنا پر اس طرح داخل ہوتی تھی کہ میں نے اپنے جسم کو خوب اچھی طرح کپڑوں میں لپیٹ رکھا ہوتا تھا، اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا۔ (۲۴)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس امر میں کوئی شک نہ تھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں دیکھ رہے ہیں، یہی وجہ تھی کہ جب حضرت عمر فاروق ان کے گھر میں دفن ہوئے تو داخل ہوتے وقت پردے کا خصوصی اہتمام کیا کرتی تھیں۔

Marfat.com

تبرک

تبرک کا جواز اور دلائل

س : کیا اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں اور صالحین سے برکت حاصل کرنا جائز ہے؟

ج : ہاں! جائز بلکہ مستحب ہے اور اس پر علماء اسلام کا اتفاق ہے۔

س : اس کی دلیل کیا ہے؟

ج : اس کے بہت دلائل ہیں، چند ایک یہ ہیں۔

1 : صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ حجام آپ کے بال مونڈ رہا تھا، صحابہ کرام آپ کے گرد حلقہ بنائے ہوئے تھے، وہ چاہتے تھے کہ (آپ کا کوئی بال زمین پر نہ گرنے پائے بلکہ کسی نہ کسی صحابی کے ہاتھ میں آئے، وہ آپ کے بال مبارک کو برکت اور شفا حاصل کرنے کے لئے حفاظت سے رکھتے تھے۔(۲۵)

2 : یہ ثابت ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ کے چند بال مبارک اپنی ٹوپی میں رکھا کرتے تھے، ایک جنگ میں ان کی ٹوپی گر گئی، اسے تلاش کرنے کے لئے انہوں نے اتنا شدید حملہ کیا کہ دشمنوں کی کثیر تعداد ماری گئی، بعض صحابہ کرام نے ان پر اعتراض کیا (کہ آپ نے ایک ٹوپی تلاش کرنے کے لئے اتنے دشمنوں کو ہلاک کر ڈالا) حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کہ میں نے یہ حملہ ٹوپی کے لئے نہیں کیا، بلکہ ان بالوں کے لئے کیا ہے، جو اس ٹوپی میں ہیں تا کہ میں ان کی برکت سے محروم نہ ہو جاؤں اور مقدس بال مشرکوں کے ہاتھوں میں نہ چلے جائیں (۲۶)

3 : صحیح بخاری میں حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: کہ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ اس وقت چمڑے کے سرخ خیمے میں تشریف فرما تھے، میں نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا، ان کے پاس نبی اکرم ﷺ کے وضو کا پانی تھا، جسے حاصل کرنے کیلئے صحابہ کرام جھپٹ رہے تھے. جسے پانی کا کچھ حصہ مل جاتا وہ اپنے جسم پر مل لیتا اور جسے پانی نہ ملتا، وہ اپنے ساتھی کے ہاتھ کی تری ہی حاصل کر لیتا۔(۲۷) یعنی برکت اور شفاء حاصل کرنے کے لئے۔

مسند امام احمد میں حضرت جعفر بن امام محمد سے روایت ہے: کہ نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد جب آپ کو غسل دیا گیا، تو آپ کی آنکھوں کے پپوٹوں میں پانی جمع ہو جاتا تھا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے منہ لگا کر پانی پیتے تھے (۲۸) یعنی نبی اکرم ﷺ کی برکتیں حاصل کرنے کیلئے۔

حدیث صحیح میں ہے کہ حضرت اسماء بنت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے طیالسی جبہ مبارکہ نکالا اور فرمایا: کہ رسول اللہ ﷺ اسے پہنا کرتے تھے، اور ہم اسے بیماروں کے لئے دھوتی ہیں، اس کی برکت سے شفا حاصل کی جاتی ہے۔(۲۹)

زیارت قبور

زیارت قبور کا شرعی حکم اور دلائل

س : انبیاء، اولیاء اور دوسروں کی قبروں کی زیارت کا کیا حکم ہے؟

ج: ان کی قبروں کی زیارت اور ان کی طرف سفر کر کے جانا مستحب ہے، علماء کرام فرماتے ہیں: کہ ابتداء اسلام میں قبروں کی زیارت ممنوع تھی، پھر یہ ممانعت حضور نبی اکرم ﷺ کے ارشاد اور عمل سے منسوخ ہوگئی۔

س : قبروں کی زیارت کے جائز ہونے کی کیا دلیل ہے؟

ج : اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صحیح میں روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، اب ان کی زیارت کیا کرو۔ (۳۰)

امام بیہقی کی روایت میں اس پر یہ اضافہ ہے کہ زیارت قبور، دلوں کو نرم اور آنکھوں کو اشکبار کرتی ہے اور آخرت کی یاد دلاتی ہے۔

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ رات کے آخری حصے میں جنت البقیع شریف (مدینہ منورہ کے قبرستان) کی طرف تشریف لے جاتے اور فرماتے: اے مومن قوم کے گھر والو! تم پر سلام ہو، کل تمہارے پاس وہ (اجر و ثواب) آجائے گا جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا اور ہم ان شاء اللہ تعالیٰ تمہارے پاس پہنچنے والے ہیں، اے اللہ! بقیع الغرقد (جنت البقیع شریف) والوں کی مغفرت فرما، اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا۔ (۳۱)

عورتوں کا قبرستان میں جانا

س : عورتوں کے لئے قبروں کی زیارت کا کیا حکم ہے؟

ج : علماء کرام نے فرمایا: قبروں کی زیارت مردوں کے لئے سنت ہے اور عورتوں کے لئے مکروہ، ہاں! اگر برکت حاصل کرنے کے لئے ہو، مثلاً انبیاء، اولیاء یا علماء کرام کے مزارات کی زیارت کریں، تو مردوں کی طرح عورتوں کے لئے بھی سنت ہے بعض علماء کرام نے فرمایا: کہ عورتوں کیلئے قبروں کی زیارت مطلقاً جائز ہے، کیونکہ امام بخاری کی روایت میں ہے: کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک عورت کو قبرستان میں اپنے بیٹے کی قبر پر روتے ہوئے دیکھا، تو اسے صبر کا حکم دیا (۳۲) اور اس پر انکار نہیں فرمایا۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں: کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو زیارت قبور کی دعا سکھائی، جب انہوں نے عرض کیا: کہ میں اہل قبور کو کیا کہوں؟ تو آپ نے فرمایا: یوں کہو، تم پر سلام ہو گھروں والے مومنو مسلمانو! اللہ تعالیٰ ہمارے پہلوں اور پچھلوں پر رحم فرمائے، اور ہم ان شاء اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔ (۳۳)

س : حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے: اللہ تعالیٰ قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائے۔ (۳۴) اس کا کیا مطلب ہے؟

ج : علماء فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس صورت پر محمول ہے جب عورتیں میت کی خوبیاں گنوانے، رونے اور نوحہ کرنے کے لئے قبروں کی زیارت کریں، جیسے کہ ان کی عادت ہے، ایسی زیارت حرام ہے اور اگر ان مقاصد کے لئے نہ ہو تو حرج نہیں۔

زیارت قبور کے لئے سفر کرنا

س : حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے: کہ کجاوے صرف تین مسجدوں کی طرف سفر کرنے کے لئے باندھے جائیں۔ (۳۵) اس حدیث کا کیا مطلب ہے؟

ج: اہل علم فرماتے ہیں: کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تین مسجدوں کے علاوہ کسی مسجد کی طرف اس کی فضیلت کی بنا پر کجاوے باندھ کر سفر نہیں کیا جائے گا، اگر یہ مطلب نہ ہو تو لازم آئے گا کہ کجاوے باندھ کر عرفات، منیٰ، والدین اور رشتہ داروں کی زیارت، طلب علم، تجارت اور جہاد کے لئے بھی سفر نہ کیا جائے، حالانکہ کوئی مسلمان اس کا قائل نہیں ہو سکتا۔

اہل قبور کا شعور

س : کیا اہل قبور شعور رکھتے ہیں اور قبروں کے پاس کی جانے والی گفتگو سنتے ہیں؟

ج : ہاں! اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے اہل قبور کی زیارت اور انہیں صیغہ خطاب کے ساتھ سلام کہنے کو جائز قرار دیا، نبی اکرم ﷺ بکثرت جنت البقیع والوں کی زیارت کرتے تھے اور انہیں سلام کہتے تھے، اور نبی اکرم ﷺ کی شان سے بعید ہے کہ آپ ایسے لوگوں کو سلام کہیں جو سنتے اور سمجھتے نہ ہوں۔

س : اس کی دلیل کیا ہے؟

ج : اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو محدث ابن ابی الدنیا نے **کتاب القبور** میں حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے: کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کرے اور اس کے پاس بیٹھے تو قبر والا اس سے انس حاصل کرتا ہے اور اس کی باتوں کا جواب دیتا ہے، یہاں تک کہ وہ شخص اٹھ جائے۔ (۳۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: کہ جب کوئی شخص اپنے بھائی کی قبر کے پاس سے گزرے (اسے سلام کہے) وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور اسے پہچانتا ہے، اور جب ایسے شخص کی قبر کے پاس سے گزرے جو اسے نہیں پہچانتا اور سلام کہے تو وہ (اگرچہ اسے نہیں پہچانتا تاہم) سلام کا جواب دیتا ہے۔ (۳۷)

قبروں والے سنتے ہیں

س : اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَمَا أَنتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِي الْقُبُورِ (۳۸) اور آپ ان لوگوں نہیں سناتے جو قبروں میں ہیں، اس آیت کا کیا مطلب ہے؟

ج : اس کا مطلب بیان کرتے ہوئے ابن قیم نے **کتاب الروح** میں کہا ہے: کہ

آیت کریمہ کی روشنی سے پتا چلتا ہے کہ مراد یہ ہے کہ آپ مردہ دل کافر کو (اگر چہ وہ بظاہر زندہ ہو) اس طرح نہیں سنا سکتے، کہ وہ سنانے سے نفع حاصل کرے، جیسے کہ آپ اہل قبور کو اس طرح نہیں سنا سکتے کہ وہ سنانے سے نفع حاصل کریں، اللہ تعالیٰ کی یہ مراد نہیں ہے کہ اہل قبور کچھ بھی نہیں سنتے یہ مراد کیسے ہو سکتی ہے؟ جب کہ نبی اکرم ﷺ نے خبر دی کہ اہل قبور وداع کرنیوالوں کے جوتوں کی آہٹ کو سنتے ہیں، یہ بھی خبر دی کہ بدر کے مقتول کافروں نے آپ کے کلام اور خطاب کو سنا، حضور نبی اکرم ﷺ نے اہل قبور کو صیغہ خطاب کے ساتھ سلام کہنے کی اجازت دی، جسے مخاطب سنتا ہے، نیز! آپ نے بیان فرمایا: کہ جو شخص اپنے مومن بھائی کو سلام کہے، وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے، یہ آیت اس آیت کی نظیر ہے "إِنَّكَ لَاتُسْمِعُ الْمَوْتىٰ وَلَاتُسْمِعُ الصُّمَّ الدعاء اذا ولو مدبرین" "بے شک آپ مردوں کو نہیں سناتے، اور بہروں کو پکار نہیں سناتے، جب وہ پشت پھیر کر چل دیں۔ (۳۹)

(اس آیت میں تو واضح ہے کہ مردوں سے مراد مردہ دل کافر ہیں۔)

قبرستان میں قرآن خوانی

س: قبروں کے پاس قرآن پاک پڑھنے اور اس کا ثواب اہل قبور کو پہچانے کا کیا حکم ہے؟

ج: اہل قبور کیلئے مسلمانوں کا ہر عمل خواہ وہ قرآن پاک کی تلاوت ہو یا کلمہ طیبہ کا ورد ہو، حق اور درست ہے، علماء اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ اس کا ثواب اہل قبور کو پہنچتا ہے، کیونکہ مسلمان تلاوت اور کلمہ طیبہ پڑھنے کے بعد یہ دعا کرتے ہیں، کہ اے اللہ! جو کچھ ہم نے تلاوت کی اور کلمہ طیبہ پڑھا، اسکا ثواب فلاں (بلکہ تمام اہل اسلام) کو عطا فرما، اختلاف اس صورت میں ہے جب دعا نہ کرے، امام شافعی کا مشہور مذہب

یہ ہے کہ ثواب نہیں پہنچتا، متاخرین علماء شافعیہ باقی تین اماموں کی طرح قائل ہیں کہ تلاوت اور ذکر کا ثواب میت کو پہنچتا ہے، اسی پر لوگوں کا عمل ہے، اور جس چیز کو مسلمان اچھا جانیں، وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھی ہے، امام حجت، قطب الارشاد سیدنا عبداللہ بن علوی حداد رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب سبیل الاذکار میں فرماتے ہیں اہل قبور کو برکت کے لحاظ سے عظیم ترین اور بہت ہی نفع دینے والی جو چیز بطور ہدیہ پیش کی جاتی ہے وہ قرآن پاک کی تلاوت اور اس کے ثواب کا ایصال ہے، شہروں اور زمانوں میں مسلمانوں کا اس پر عمل رہا ہے اور سلف وخلف کے جمہور علماء اور اولیاء کا یہی مذہب ہے۔(۴۰)

س : اہل قبور کیلئے قرآن پاک کی تلاوت کے جائز ہونے پر کیا دلیل ہے؟

ج : اسکی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام احمد، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے: کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اقرء وا علیٰ موتاکم سورة یٰسین اپنے مردوں پر سورۃ یٰسین پڑھو۔(۴۱)

علماء کرام فرماتے ہیں: کہ یہ حدیث مطلق ہے خواہ نزع کے وقت ہو یا وفات کے بعد، دونوں حالتوں کو شامل ہے۔

امام بیہقی "شعب الایمان" میں اور امام طبرانی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے ایک شخص فوت ہو جائے تو اسے روکو نہیں، اسے جلد اس کی قبر تک لے جاؤ (تدفین کے بعد) اس کے سر کے پاس سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات اور پاؤں کے پاس اسی سورہ کی آخری آیات پڑھی جائیں۔(۴۲) اس حدیث کو امام جلال الدین سیوطی نے جمع الجوامع میں بیان کیا۔

کتاب الروح میں ابن قیم کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر کے پاس قرآن پاک کا پڑھنا سنت ہے، اس پر دلیل دیتے ہوئے انہوں نے بیان کیا کہ سلف صالحین (صحابہ کرام اور تابعین) نے وصیت کی کہ ان کی قبروں کے پاس قرآن پاک کی تلاوت کی جائے، ان میں سے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے وصیت کی کہ ان کی قبر کے پاس سورہ بقرہ پڑھی جائے اور انصار کا طریقہ یہ تھا کہ جب ان میں سے کوئی شخص فوت ہو جاتا تو اس کی قبر پر آمد و رفت رکھتے تھے، اور اس کے پاس قرآن پاک کی تلاوت کرتے تھے۔ ﴿کتاب الروح﴾ (۴۳)

علماء نے بیان فرمایا: کہ انسان کیلئے جائز ہے کہ اپنے (نفلی) عمل کا ثواب دوسرے کو دے دے، چاہے نماز ہو یا تلاوت یا ان کے علاوہ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو امام دارقطنی نے روایت کی: کہ ایک صحابی نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ میرے والدین زندہ تھے، میں ان کی زندگی میں ان کی خدمت کیا کرتا تھا، ان کی وفات کے بعد ان کی خدمت کیسے کروں، حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: نیکی میں سے یہ ہے کہ تو اپنی نماز کے ساتھ ان کیلئے نماز پڑھے اور اپنے روزوں کے ساتھ ان کے لئے روزے رکھے۔ (۴۴)

دوسرے کے عمل سے فائدہ پہنچتا ہے

س: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وان لیس للانسان الا ماسعیٰ (۴۵) اور انسان کے لئے صرف وہی کچھ ہے جس کی وہ کوشش کرے، اور حدیث شریف میں ہے: کہ جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے۔ (۴۶)

اس آیت اور حدیث کا کیا مطلب ہے؟

ج : ابن قیم کتاب الروح میں کہتے ہیں کہ قرآن پاک نے یہ بیان نہیں کیا کہ ایک انسان دوسرے کے عمل سے فائدہ حاصل نہیں کرسکتا، قرآن پاک نے یہ بیان کیا ہے کہ انسان صرف اپنی کوشش کا مالک ہے، رہی دوسرے کی کوشش تو وہ اسکی ملکیت ہے، وہ اگر چاہے تو اسے دوسرے کو دے دے اور اگر چاہے تو اپنے لئے باقی رکھے، اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ انسان صرف اپنی کوشش سے ہی نفع حاصل کرتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کہ اس کا عمل منقطع ہوجاتا ہے، یہ نہیں فرمایا کہ اس کا نفع حاصل کرنا منقطع ہوجاتا ہے، سرکار دوعالم ﷺ نے اس کے عمل کے منقطع ہونے کی خبر دی ہے، رہا دوسرے کا عمل، تو وہ عمل کرنے والے کی ملکیت ہے، اگر وہ کسی مسلمان کو بخش دے تو اس مسلمان کو اس کے اپنے عمل کا ثواب نہیں، بلکہ عمل کرنے والے کے عمل کا ثواب ملے گا، پس منقطع ایک شے (میت کا عمل) ہے اور جس کا ثواب اسے پہنچ رہا ہے وہ دوسری شے (عمل کرنے والے کا عمل) ہے۔

(کتاب الروح، ملخصاً)(۴۷)

اس نکتے کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کرلیجئے!

مفسرین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: وان لیس للانسان الا ماسعیٰ کا حکم اس شریعت میں منسوخ ہے اور اسکا ناسخ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: والذین آمنوا واتبعتھم ذریتھم بایمان الحقنا بھم ذریتھم وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان میں ان کی پیروی کی، ہم ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملادیں گے، اللہ تعالیٰ نے آباء کی نیکی کے سبب اولاد کو جنتی بنادیا۔ (۴۸)

حضرت عکرمہ نے فرمایا: وہ حکم حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کی امتوں کے لئے ہیں، اس امت کے لئے وہ کچھ ہے، جس کی انہوں نے خود کوشش کی یا ان کیلئے دوسروں نے کوشش کی۔(۴۹)

کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ ایک عورت نے اپنے بچے کو بارگاہ رسالت میں پیش کیا، اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا اس کے لئے حج ہے؟ فرمایا: ہاں! اور تمہارے لئے اجر ہے۔(۵۰)

ایک صحابی نے حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ میری والدہ اچانک فوت ہوگئی ہیں، اگر میں ان کی طرف سے صدقہ دوں تو انہیں فائدہ دے گا؟ فرمایا: ہاں۔(۵۱)

واللہ تعالیٰ اعلم

قبروں کو ہاتھ لگانا اور بوسہ دینا

س : قبروں کو ہاتھ لگانے اور بوسہ دینے کا کیا حکم ہے؟

ج : اکثر علماء نے اسے صرف مکروہ قرار دیا ہے، بعض علماء نے فرمایا کہ برکت حاصل کرنے کے لئے جائز اور مباح ہے، حرام تو کسی نے بھی نہیں کہا۔

س : اس کے جواز کی کیا دلیل ہے؟

ج: دلیل یہ ہے کہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے اس بارے میں ممانعت وارد نہیں ہوئی اور نہ ہی ممنوع ہونے پر کوئی دلیل ہے، مروی ہے کہ جب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کی زیارت کی تو رونے لگے اور روضہ اقدس پر اپنے رخسار ملنے لگے۔(۵۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنا دایاں ہاتھ مزار مبارک پر رکھا کرتے تھے خطیب ابن جملہ نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ (۵۳)

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ سے ثابت ہے: کہ جب ان سے حضور نبی اکرم علیہ السلام کے مرقد انور کو بوسہ دینے کے بارے پوچھا گیا، تو فرمایا: اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ (۵۴)

قبروں پر گنبد وغیرہ بنانا

س : قبروں پر چونا گچ کرنے اور ان پر عمارت بنانے کا کیا حکم ہے؟

ج: قبروں پر چونا گچ کرنا اکثر علماء کے نزدیک مکروہ ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مکروہ نہیں ہے، شریعت میں ایسی کوئی دلیل وارد نہیں جو اس کے حرام ہونے پر دلالت کرتی ہو، رہی وہ حدیث جس میں قبر پر چونا گچ کرنے، اس پر عمارت بنانے اور اس پر بیٹھنے کی ممانعت ہے تو جمہور علماء اس امر پر متفق ہیں کہ وہ نہی تحریمی نہیں، بلکہ تنزیہی ہے۔

س : بہت سے شہروں میں لوگ قبروں کو گچ کرتے ہیں، کیا یہ محض بیکار ہے؟

ج : لوگوں نے یہ کام محض بیکار یا صرف زینت کے لئے نہیں کیا، بلکہ اس کے کچھ اچھے مقاصد ہیں، مثلاً لوگوں کو یہ معلوم ہو کہ یہ قبریں ہیں تو ان کی زیارت کریں اور انہیں بے ادبی سے محفوظ رکھا جائے، اور اموات کے اجسام کے مٹی ہو جانے سے پہلے ان کی قبروں کو کھود نہ ڈالیں، کہ ایسا کرنا شریعت مبارکہ میں حرام ہے اور ایک فائدہ یہ ہے کہ عزیزوں کی قبروں کے پاس خویش واقارب کو دفن کریں، جیسے کہ سنت ہے، کیونکہ یہ ثابت ہے کہ نبی اکرم علیہ السلام نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کے پاس بڑا پتھر رکھا اور فرمایا: ہم نے اپنے بھائی کی قبر کا نشان لگایا ہے، تا کہ جو

ہمارے قریبی رشتہ دار فوت ہوں، انہیں انکے پاس دفن کریں، اس حدیث کو امام ابوداؤد اور امام بیہقی نے روایت کیا۔(۵۵)

قبروں پر عمارت بنانے کے بارے میں علماء نے تفصیل بیان کی ہے، اگر کوئی شخص اپنی مملوکہ زمین یا دوسرے کی اجازت سے اس کی زمین میں تعمیر کرے تو مکروہ ہے، لیکن حرام نہیں ہے، خواہ وہ گنبد بنائے یا دوسری عمارت، اور اگر وقف قبرستان میں ہو یا راستے میں، تو حرام ہے اور حرمت کی وجہ صرف یہ ہے کہ زمین پر قبضہ کر کے دوسروں کو میت کے دفن کرنے کی رکاوٹ ہوگی اور قبرستان تنگ ہو جائے گا

ہاں! اس میں سے اولیاء کرام اور آئمہ مسلمین کی قبریں مستثنیٰ ہیں، ان پر عمارت بنانا جائز ہے اگرچہ وہ راستے میں واقع ہوں، کیونکہ اس میں زیارت قبور کی ترویج ہے جس کا شریعت میں حکم دیا گیا ہے، نیز! ان قبروں سے برکت حاصل کی جائے گی اور ان کے پاس قرآن کریم کی تلاوت سے زندہ افراد اور اصحاب قبور نفع حاصل کریں گے، اس کی دلیل یہ ہے کہ اس (تلاوت) پر سلف وخلف اہل اسلام کا عمل رہا ہے اور یہ علماء کے نزدیک حجت ہے۔

قبروں کو سجدہ کرنا منع ہے

س : حدیث شریف میں ہے اللہ تعالیٰ یہود ونصاریٰ پر لعنت فرمائے، انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنالیا۔(۵۶) اس حدیث کا کیا مطلب ہے؟

ج : علماء کرام نے بیان کیا ہے: کہ حدیث کا مطلب بقصد تعظیم قبروں کو سجدہ کرنا اور ان کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا ہے، جیسے کہ یہود اور انصاری انبیاء کرام کی قبروں کو سجدہ کرتے تھے اور ان کی تعظیم کے لئے ان کو قبلہ بنا کر اور ان کی طرف رخ کر کے

نماز پڑھتے تھے اور یہ قطعاً حرام ہے، پس ممانعت ان کی مشابہت اختیار کرنے اور ان کی
طرح قبروں کو سجدہ کرنے اور ان کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کی ہے اور ایسا فعل
کسی مسلمان سے سرزد نہیں ہو سکتا اور اسلام میں پایا بھی نہیں جائے گا، کیونکہ حضور
نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ نماز پڑھنے
والے اس کی عبادت کریں، ہاں! ان کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکاتا رہے گا
اس حدیث کو امام مسلم، ترمذی اور امام احمد نے روایت کیا ہے۔(۵۷)

قبروں پر تلقین کرنا

س : دفن کے بعد میت کو تلقین کرنے کا کیا حکم ہے؟

ج : بالغ میت کو دفن کے بعد تلقین کرنا بہت سے علماء کرام کے نزدیک مستحب ہے
اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "فذكر فان الذكرى تنفع المؤمنين" آپ یاد دلایئے
کیونکہ یاد دلانا مومنوں کو فائدہ دیتا ہے۔

شافعیہ، اکثر حنبلیوں، محققین احناف اور مالکیہ نے تلقین کو مستحب قرار دیا ہے
یہی وہ حالت ہے جب بندہ یاد دہانی کا بہت ہی محتاج ہوتا ہے ابن تیمیہ نے فتاویٰ میں
بیان کیا ہے: کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت سے ثابت ہے کہ انہوں نے تلقین کا حکم دیا
امام احمد نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں، امام شافعی اور امام احمد کے اصحاب میں
سے ایک جماعت نے اسے مستحب قرار دیا، ابن تیمیہ نے یہ بھی کہا کہ یہ امر ثابت ہے
کہ قبر والے سے سوال کیا جاتا ہے اور اس کے لئے دعا کا حکم دیا گیا ہے، اسی لئے
کہا گیا ہے، کہ تلقین اسے فائدہ دیتی ہے، کیونکہ قبر والا آواز کو سنتا ہے، جیسے کہ
صحیح حدیث میں ہے کہ: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: قبر والا رخصت کرنے والوں کے

جوتوں کی آہٹ کو سنتا ہے اور یہ بھی فرمایا: تم ہماری گفتگو کو (جنگ بدر کے) مقتولین سے زیادہ سننے والے ہو۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ملخصا) (۵۸)

س : کیا تلقین کا طریقہ حدیث میں آیا ہے؟

ج : ہاں! امام طبرانی نے حضور نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد روایت کیا ہے: کہ جب تمہارا کوئی بھائی فوت ہو جائے اور تم اس کی قبر پر مٹی ڈال دو، تو چاہئے کہ تم میں سے ایک شخص قبر کے سرہانے کھڑا ہو جائے اور (میت اور اس کی والدہ کا نام لے کر) کہے اے فلاں ابن فلانہ! بے شک قبر والا سب بات کو سنتا ہے، پھر کہے، اے فلاں ابن فلانہ! قبر والا سیدھا ہو کر بیٹھ جاتا ہے، پھر کہے، اے فلاں ابن فلانہ! قبر والا کہتا ہے: اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے ہمیں ہدایت دو (یعنی کہو، کیا کہنا چاہتے ہو) لیکن تم محسوس نہیں کرتے، تو تلقین کرنے والا کہے اس بات کو یاد کرو جس پر تم دنیا سے رخصت ہوئے یعنی اس بات کی گواہی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کے عبد مکرم اور رسول ہیں اور تم اللہ تعالیٰ کے رب ہونے، اسلام کے دین، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے نبی اور قرآن کے امام ہونے پر راضی ہو، منکر نکیر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہتے ہیں چلو اس شخص کے پاس بیٹھنے کی کیا ضرورت ہے؟ جسے حجت سکھائی جارہی ہے، ایک صحابی نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اگر اس کی ماں کا نام معلوم نہ ہو؟ فرمایا: اسکی نسبت اس کی ماں حضرت حواء علیہا السلام کی طرف کرتے ہوئے کہے اے فلاں ابن حواء۔ (۵۹)

مزارات کے پاس ذبح کرنا

س : اولیاء کرام کے دروازوں پر ذبح کا کیا حکم ہے؟

ج : علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس سلسلے میں تفصیل بیان کی ہے اور وہ اس طرح ہے کہ اگر کوئی انسان ولی کا نام لیکر ذبح کرے یا اس ذبح کے ذریعے ولی کا قرب حاصل کرنے کی نیت کرے، تو وہ اس شخص کی طرح ہے جو غیر اللہ کیلئے ذبح کرتا ہے، وہ ذبیحہ مردار ہے اور ایسا کرنے والا کافر تو نہیں، تاہم گنہگار ضرور ہے۔

ہاں ! اگر ذبیحہ کے ذریعے ولی کی تعظیم اور عبادت کا ارادہ کرے یا بقصد عبادت سجدہ کرے تو وہ کافر ہے لیکن اگر یہ ارادہ ہو کہ ذبح تو اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور گوشت فقراء اور مسکینوں کو دے کر اس صدقے کا ثواب اس ولی کی روح کو پہنچایا جائے، تو یہ نہ صرف جائز ہے بلکہ ائمہ کے نزدیک بالاتفاق مستحب ہے، کیونکہ یہ میت کی طرف سے صدقہ اور اس پر احسان ہے، جس پر شارع علیہ الصلوۃ والسلام نے ہمیں ترغیب اور تحریک دی ہے۔

نذرو نیاز کا حکم

س : اولیاء کرام کے حضور نذرانوں کے پیش کرنے کا کیا حکم ہے؟

ج : علماء کرام، اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے ہمیں فائدہ عطا فرمائے، فرماتے ہیں: کہ اولیاء اور علماء کرام کی درگاہوں پر نذرانے پیش کرنا جائز ہے، بشرطیکہ نذر ماننے والے کا یہ ارادہ ہو کہ یہ رقم اصحاب مزارات کی اولاد یا قیام کرنے والے فقراء پر صرف کی جائے یا ان بزرگوں کی قبروں کی تعمیر اور مرمت پر خرچ کی جائے، کیونکہ تعمیر مزارات میں زیارت مشروعہ کا احیاء ہے، اسی طرح اگر نذر ماننے والے نے مطلق نذر مانی اور مذکورہ صورتوں میں سے کسی کا ارادہ نہیں کیا، تو یہ رقم مذکورہ مصارف میں صرف کی جائے گی، ہاں ! اگر کسی شخص نے نذر کے ذریعے قبر کی تعظیم اور صاحب قبر کا قرب

حاصل کرنے کی نیت کی یا خود صاحب قبر کے لئے نذر (شرعی) کا ارادہ کرلے، تو یہ نذر منعقد نہیں ہوگی، کیونکہ یہ حرام ہے، اور ہر شخص جانتا ہے کہ کوئی مسلمان نذر ماننے والا یہ نیت نہیں کرتا۔ (اور نہ ہی یہ نیت ہونی چاہئے)

نذر ونیاز کا مقصد

س : اصحاب مزارات کے لئے نذرانوں اور ذبیحوں سے مسلمانوں کا مقصد کیا ہوتا ہے۔؟

ج : ذبح اور نذر سے مسلمانوں کا ارادہ صرف یہ ہوتا ہے کہ اصحاب نبی اکرم ﷺ یا کسی ولی کے لئے جانور ذبح کرے یا ان کے لئے کسی چیز کی نذر مانے تو اس کا ارادہ فقط یہ ہوتا ہے کہ ان کی طرف سے صدقہ دے اور صدقے کا ثواب انہیں پہنچائے، پس یہ زندوں کا اصحاب قبور کے لئے ہدیہ ہے جس کا شرعا حکم دیا گیا ہے، اہل سنت وجماعت اور علماء امت کا اس امر پر اتفاق ہے کہ زندوں کا صدقہ اصحاب قبور کیلئے فائدہ مند ہے اور انہیں پہنچتا ہے۔

ایصال ثواب کی دلیل

س : اس پر کیا دلیل ہے کہ صدقوں کا ثواب اہل قبور کو پہنچتا ہے؟

ج : یہ بات احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، اس سلسلے میں دو حدیثیں ملاحظہ ہوں۔

1 : امام مسلم، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں : کہ ایک شخص نے حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: کہ میرا باپ وصیت کئے بغیر فوت ہوگیا ہے، اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کردوں تو کیا اسے فائدہ دے گا، فرمایا: ہاں۔ (۶۰)

2: حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا: کہ اے اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ میری ماں اچانک فوت ہوگئی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اگر وہ زندہ رہتیں تو صدقہ دیتیں، اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کردوں تو ان کو فائدہ دے گا؟ فرمایا: ہاں! انہوں نے عرض: کیا یا رسول اللہ! کونسا صدقہ زیادہ فائدہ دے گا؟ فرمایا: پانی، چنانچہ انہوں نے کنواں کھدوایا اور فرمایا: ھذہ لام سعد یہ سعد کی ماں کے لئے ہے۔ (٦١)

مخلوق کی قسم کھانے کا حکم

س : مخلوق کی قسم کھانے کا کیا حکم ہے؟

ج : کسی محترم ہستی مثلاً نبی یا ولی ان کے علاوہ کسی ہستی کی قسم کھانے میں علماء کرام کا اختلاف ہے، بعض علماء نے فرمایا: مکروہ ہے اور بعض نے کہا کہ حرام ہے۔

امام احمد بن حنبل سے مشہور روایت ہے: کہ رسول اللہ ﷺ کی قسم کھانا جائز ہے اور اس قسم کی مخالفت سے انسان حانث ہو جائے گا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانا کلمہ طیبہ کے دو رکنوں میں سے ایک رکن ہے، کسی عالم نے یہ نہیں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قسم کھانا کفر ہے، ہاں! اگر قسم کھانے والے کا یہ ارادہ ہے کہ جس کی وہ قسم کھا رہا ہے اس کی تعظیم اللہ تعالیٰ کی تعظیم کی طرح کرتا ہے تو وہ ضرور کافر ہے، لیکن کوئی مسلمان ایسا ارادہ نہیں کرتا، حدیث شریف میں جو آیا ہے کہ: "من حلف بغیر اللہ فقد اشرك (٦٢) جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی، اس نے شرک کیا، تو اس کا یہی مطلب ہے (کہ اللہ تعالیٰ کی طرح تعظیم کا ارادہ کرے تو مشرک ہے۔)

س : بعض لوگ قبروں اور اصحاب قبور کی قسمیں کھاتے ہیں ان کا کیا مطلب ہے؟

ج : اس سے ان کا مقصد حقیقی حلف نہیں ہوتا جسے یمین کہا جاتا ہے، یہ تو اس شخصیت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ پیش کیا جا رہا ہے اور اس کی شفاعت طلب کی جا رہی ہے، جسے زندگی میں اور وفات کے بعد بارگاہ خداوندی میں عزت و کرامت حاصل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسے وسائل و اسباب کی حیثیت دی ہے جن کی دعا اور شفاعت سے حاجتیں پوری کی جاتی ہیں، جیسے کوئی شخص کہے کہ میں تجھے قسم دیتا ہوں، یا میں تجھے فلاں کی قسم دیتا ہوں یا اس قبر والے کی قسم دیتا ہوں، یا ایسے ہی دوسرے الفاظ جو شرک اور کفر تو کجا، حرام تک بھی نہیں پہنچاتے، اس نکتے کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے اور مسلمانوں کو کافر اور مشرک قرار دے کر ہلاکتوں میں واقع ہونے سے گریز کیجئے! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو شرک سے بچائے اور اس سے کم درجے کے گناہ معاف فرمائے۔

کرامات اولیاء

س : کیا اولیاء اللہ کی زندگی میں اور وفات کے بعد بھی کرامات ہوتی ہیں؟

ج : ہاں! ہم پر لازم ہے کہ یہ عقیدہ رکھیں کہ اولیاء کرام کی کرامتیں برحق ہیں، اور ان کی زندگی میں اور وفات کے بعد جائز ہی نہیں، بلکہ واقع بھی ہیں، ان کا انکار وہی شخص کرے گا جس کی بصیرت اندھی ہو چکی ہو اور طبیعت میں فساد ہو۔

کرامات پر دلائل

س : کرامات کے واقع ہونے پر کیا دلیل ہے؟

ج: کرامات کے واقع ہونے کی دو دلیلیں ہیں، ایک تو وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن

پاک میں بیان فرمایا، مثلاً حضرت زکریا علیہ السلام ان کے پاس محراب (عبادت گاہ) میں جاتے تو ان کے پاس رزق پاتے، انہوں نے کہا، اے مریم! یہ رزق تمہارے پاس کہاں سے آیا ہے؟ مریم نے کہا: یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بے حساب دیتا ہے۔ (۶۳)

مفسرین فرماتے ہیں: کہ حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس سردیوں کا پھل گرمیوں میں اور گرمیوں کا پھل سردیوں میں موجود ہوتا تھا، اور یہ پھل ان کے پاس خلاف معمول طریقے سے آتا تھا، اور یہی کرامت ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اعزاز دیا اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ بھی حکم دیا کہ کھجور کے تنے کو اپنی طرف حرکت دو، وہ تم پر تروتازہ اور پکی کھجوریں گرائے گا۔ (۶۴)

اسی سلسلے کی کڑی اصحاب کہف کا واقعہ ہے، جو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان فرمایا ہے: وہ لوگ تین سو نو سال کھائے پیئے بغیر (غار میں) سوئے رہے، اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی ظاہری ذریعے کے ان کی دائیں اور بائیں جانب تبدیلی کو اپنے ذمہ کرم پر لے لیا، تاکہ ان کے پہلوؤں کو تکلیف نہ پہنچے، نیز انہیں سورج کی تپش سے محفوظ رکھنے کا یہ انتظام فرمایا کہ سورج طلوع ہوتا یا غروب ہوتا تو اس کی دھوپ اس جگہ نہیں پہنچتی تھی، جہاں اصحاب کہف لیٹے ہوئے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں حضرت خضر اور سکندر ذوالقرنین کا ذکر فرمایا اور حضرت آصف ابن برخیا کا بھی ذکر فرمایا، جن کے پاس کتاب کا علم تھا۔

س : کرامات کے ثابت ہونے کی دوسری دلیل کیا ہے؟

ج : دوسری دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام، تابعین اور ان کے بعد ہمارے زمانے تک

کے اولیاء کرام کی کرامات تواتر معنوی کے ساتھ منقول، شہرہ آفاق اورزبان زدعوام وخواص ہیں۔

امام بخاری اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں: کہ سیدنا خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ مکرمہ میں لوہے کی بیڑیوں میں قید کی حالت میں بے موسم پھل کھایا کرتے تھے، حالانکہ مکہ مکرمہ میں اس وقت وہ پھل دستیاب نہیں ہوتا تھا، یہ رزق تھا جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمایا(۶۵) اور یہ ان کی کرامت تھی۔

یہ بھی امام بخاری کی روایت ہے کہ جب سیدنا عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید کئے گئے تو مشرکین نے ارادہ کیا کہ ان کے جسم کا ایک ٹکڑا کاٹ لیں، اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں یا بھڑوں کا ایک جھنڈ ان کی حفاظت کے لئے بھیج دیا، چنانچہ مشرکین ان کے جسم کا کوئی حصہ حاصل نہ کر سکے(۶۶) یہ حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد واضح کرامت تھی۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: کہ حضرت اسید بن حضیر اور عباد بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک اندھیری رات میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے اور آپ کے ساتھ گفتگو کرتے رہے، جب رخصت ہوئے تو ان میں سے ایک کی لاٹھی (ٹارچ کی طرح) روشن ہوگئی، اس کی روشنی میں وہ چلتے رہے، جب ان کے راستے الگ الگ ہوئے تو ہر ایک کی لاٹھی روشن ہوگئی، اور وہ اس کی روشنی میں روانہ ہوگئے، اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔(۶۷)

اولیاء کرام کی کرامات تو حد شمار سے باہر ہیں، اور یہ سب رسول اللہ ﷺ اور دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ ہیں، جو چیز کسی نبی کا معجزہ ہو، وہ ولی کی

کرامت ہو سکتی ہے (سوائے ان معجزات کے جو انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ مختص ہیں، مثلاً قرآن کریم (۱۲ قادری) بعض اولیاء کرام آگ میں داخل ہوئے اور آگ نے انہیں کوئی تکلیف نہ دی، بعض نے تھوڑے وقت میں طویل مسافت طے کر لی، بعض ہوا میں پرواز کرتے تھے، بعض کے جنات فرمانبردار تھے، وغیر ذلک۔

تنبیہ:

علماء کرام رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا: کہ خرق عادت افعال اگر کافر یا فاسق کے ہاتھ پر ظاہر ہوں تو وہ جادو ہیں، اور اگر ولی کے ہاتھ پر ظاہر ہوں تو کرامت ہیں ولی وہ صاحب ایمان ہے جو راہ راست پر قائم ہو۔

بیداری میں زیارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

س: کیا بیداری میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ممکن ہے؟

ج: بیداری میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت صرف ممکن ہی نہیں بلکہ واقع بھی ہے، علماء کرام، اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے نفع عطا فرمائے، فرماتے ہیں: کہ بہت سے ائمہ صوفیہ کو خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، پھر بیداری میں بھی زیارت ہوئی اور انہوں نے آپ سے مسائل اور مقاصد کے بارے میں دریافت کیا۔

دلائل

س: اس کے ممکن ہونے پر کیا دلیل ہے؟

ج: اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو امام بخاری، امام مسلم اور دیگر محدثین نے بیان کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے خواب میں ہماری زیارت کی وہ عنقریب بیداری میں ہماری زیارت کرے گا، اور شیطان ہماری صورت میں ظاہر نہیں ہو سکتا۔ (۶۸)

علماء کرام فرماتے ہیں: کہ اس حدیث کا مطلب یہ خوشخبری دینا ہے کہ آپ کی امت میں سے جس شخص کو خواب میں آپ کی زیارت کی سعادت حاصل ہوئی، اللہ تعالیٰ نے چاہا تو اسے بیداری میں بھی ضرور زیارت ہوگی، اگرچہ وفات سے کچھ دیر پہلے ہی ہو، اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس شخص کو نبی اکرم ﷺ کی زیارت آخرت یا عالم برزخ میں ہوگی، کیونکہ اس وقت تو تمام امتوں کو آپ کی زیارت ہوگی

یہ حدیث اس امر کی قوی دلیل ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے (روحانی طور پر) کائنات کو بھرا ہوا ہے، کیونکہ یہ حدیث مشرق و مغرب کے ہر اس شخص کو شامل ہے جسے سرکار دو عالم ﷺ کی (خواب میں) زیارت ہو۔

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کہ مذکورہ احادیث سے مجموعی طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ جسم اقدس اور روح دونوں کے ساتھ زندہ ہیں اور آپ زمین کے اطراف واکناف اور عالم بالا میں جہاں چاہتے ہیں تصرف فرماتے ہیں اور آپ اب بھی اسی حالت میں ہیں جس میں وفات سے پہلے تھے اور یہ کہ آپ فرشتوں کی طرح نگاہوں سے پوشیدہ ہیں، جب اللہ تعالیٰ کسی ولی کو آپ کے دیدار کی کرامت عطا فرمانے کے لئے پردہ اٹھا دیتا ہے تو وہ آپ کو اسی حالت میں دیکھتا ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں یا نہیں؟

س: کیا سیدنا خضر علیہ السلام زندہ ہیں؟

ج: جمہور علماء اکابر کا حضرت خضر علیہ السلام کی زندگی پر اجماع ہے، اور عوام وخواص میں یہ مسئلہ مشہور ہے، ابن عطاء اللہ لطائف المنن میں فرماتے ہیں: کہ حضرت خضر علیہ السلام

کی ملاقات اور ان سے استفادہ ہر زمانے کے اولیاء کرام سے بتواتر ثابت ہے
یہ بات اس قدر مشہور ہے کہ حد تواتر کو پہنچ چکی ہے اور اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا (۷۰)

ابن قیم نے اپنی کتاب مشیر الغرام الساکن میں ان کی زندگی کے بارے میں چار صحیح حدیثیں پیش کی ہیں۔ (۷۱)

امام بیہقی دلائل النبوۃ میں روایت کرتے ہیں: کہ جب نبی اکرم ﷺ کی رحلت ہوئی تو صحابہ کرام نے گھر کے کونے سے آواز سنی: اے گھر والو! تم پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی، رحمت اور برکتیں ہوں، ہر جان موت کا ذائقہ چکھنے والی ہے، تمہیں قیامت کے دن تمہارے اعمال کے اجر دیئے جائیں گے، بے شک اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہر مصیبت سے صبر ہے، ہر جانے والے کا خلیفہ ہے اور ہر فوت ہونے والے کا بدل ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو اور اسی سے امید وابستہ کرو، مصیبت زدہ وہی ہے جو ثواب سے محروم ہے، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جانتے ہو یہ کون ہیں؟ یہ حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔ (۷۲)

قرآن پاک اور اسماء الٰہیہ سے شفا حاصل کرنا

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک سے زیادہ فائدہ مند کوئی شفاء آسمان سے نازل نہیں فرمائی، قرآن پاک بیماری کے لئے شفاء اور دلوں کے زنگ کو دور کرنے والا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا و ننزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة للمؤمنين (۷۳)
" اور ہم قرآن سے وہ چیز نازل کرتے ہیں جو شفا ہے اور مومنوں کیلئے رحمت "
اور حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جسے قرآن پاک سے شفاء نہ ملے اسے اللہ تعالیٰ شفا نہ دے۔ (۷۴)

دم جھاڑے کا شرعی حکم اور دلائل

س : بیماریوں کی لئے دم کرنے کا کیا حکم ہے؟

ج : تین شرطیں پائی جائیں تو علماء کرام کا اتفاق ہے کہ دم کرنا جائز ہے۔

1 : اللہ تعالیٰ کے کلام یا اس کے اسماء وصفات سے ہو۔

2 : عربی زبان میں ہو اور اگر عربی نہیں تو ایسی زبان میں ہو جس کا مطلب سمجھ آتا ہو۔

3 : یہ عقیدہ ہو کہ دم خود بخود مؤثر نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے فائدہ بخش ہے۔

س : اس پر کیا دلیل ہے؟ کہ جس دم کا ذکر کیا گیا ہے وہ جائز ہے۔

ج : اس کے جائز ہونے پر دلیل وہ حدیث ہے جسے امام مسلم نے حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے: وہ فرماتے ہیں: کہ ہم زمانہ جاہلیت میں دم کیا کرتے تھے، ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ کا اس بارے میں کیا ارشاد ہے؟ فرمایا: اپنے دم ہمارے سامنے پیش کرو، اگر دم میں شرک نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (۷۵)

ممنوع دم

س : وہ کونسا دم ہے جس سے منع کیا گیا ہے؟

ج : اس دم سے منع کیا گیا ہے جو عربی زبان میں نہ ہو اور اس کا مطلب معلوم نہ ہو، ممکن ہے اس میں جادو یا کفر کی کوئی بات داخل ہو، لیکن اگر اس کا معنیٰ سمجھ میں آتا ہو، جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو، اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات کا ذکر ہو تو وہ دم جائز ہے، مستحب اور بابرکت ہے۔

گلے میں تعویذ ڈالنا

س : تعویذ کے لکھنے اور گلے میں ڈالنے کا کیا حکم ہے؟

ج : ایسے تعویذات کا لکھنا جائز ہے جن میں نامعلوم معانی والے اسماء نہ ہوں، اسی طرح ان کا انسانوں یا چار پایوں کے گلے میں ڈالنا بھی جائز ہے، یہی مذہب صحیح ہے، امت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے محققین علماء اسی کے قائل ہیں۔

ابن قیم نے زاد المعاد میں ابن حبان کے حوالے سے بیان کیا: کہ میں نے حضرت جعفر ابن محمد بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے گلے میں تعویذ ڈالنے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: اگر قرآن پاک کی کوئی آیت ہے یا حضور نبی اکرم ﷺ کا کلام ہے تو اسے گلے میں ڈالو اور اس سے شفا حاصل کرو۔(۷۶)

ابن قیم نے یہ بھی بیان کیا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ سے مصیبت کے نازل ہونے کے بعد گلے میں تعویذ ڈالنے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔(۷۷)

امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے حضرت عبداللہ نے فرمایا: میں نے خوف زدہ اور بخار کے مَرِیض کے لئے بیماری کے نازل ہونے کے بعد اپنے والد ماجد کو تعویذ لکھتے ہوئے دیکھا۔

ابن تیمیہ اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں: کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے: کہ وہ قرآن پاک کے کلمات اور ذکر الٰہی لکھتے تھے اور حکم دیتے تھے کہ وہ کلمات (پانی سے دھو کر) بیمار کو پلائے جائیں۔(۷۸)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی برکت ہے، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کے جائز ہونے کی تصریح کی ہے۔

حدیث کا مفہوم

س: حدیث شریف میں ہے کہ جس نے تعویذ گلے میں ڈالا اس نے شرک کیا (۷۹)

اس حدیث میں کس تعویذ سے منع کیا گیا ہے؟

ج : علماء کرام فرماتے ہیں: کہ اس حدیث میں تعویذ سے مراد وہ منکا یا ہار ہے، جو دور جاہلیت میں انسان کے گلے میں ڈالا جاتا تھا، اہل جاہلیت کا عقیدہ تھا کہ یہ آفتوں کو دفع کر دیتا ہے اور یہ شرک اس لئے تھا کہ لوگ اللہ تعالیٰ کے غیر سے نقصانات کو دفع کرنے اور فوائد کے حاصل کرنے کا ارادہ کرتے تھے، ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارکہ اور کلام سے برکت حاصل کرنا شرک نہیں ہو سکتا۔

میلاد النبی ﷺ کا اجتماع مستحسن عمل

س : میلاد شریف منانے اور اس کے لئے اجتماع کا کیا حکم ہے؟

ج : میلاد شریف کیا ہے؟ ان احادیث و آثار کا بیان کرنا ہے جو نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کے بارے میں وارد ہوئی ہیں، نیز ان آیات اور معجزات کا بیان کرنا ہے جو اس موقع پر ظاہر ہوئے، اور یہ ان اچھے کاموں (بدعات حسنہ) میں سے ہے جن کے کرنے والے کو ثواب ملتا ہے، کیونکہ اس میں نبی اکرم ﷺ کی قدر و منزلت کی تعظیم ہے اور آپ کی ولادت باسعادت کے حوالے سے خوشی اور مسرت کا اظہار ہے۔

س : بدعت حسنہ کیا ہے؟

ج : بدعت حسنہ وہ اچھا اور عمدہ کام ہے جو کتاب و سنت کے موافق ہو اور ہدایت کے امام اس کے قائل ہوں، جیسے قرآن پاک کو مصحف میں جمع کرنا، نماز تراویح کا (باقاعدہ با جماعت) ادا کرنا، مسافر خانے اور مدارس قائم کرنا اور ہر وہ نیک کام جو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے زمانے میں رائج نہ تھا، حدیث شریف میں ہے کہ جس نے اسلام میں اچھا کام رائج کیا اس کے لئے اس کا ثواب ہے اور اس نے

بعد عمل کرنے والوں کا ثواب ہے، جب کہ بعد والوں کے ثواب میں بھی کوئی کمی نہیں کی جائے گی اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔(۸۰)

بدعت کی تعریف و تقسیم

س : بدعت قبیحہ (سیئہ) کیا ہے؟

ج : بدعت مذمومہ وہ کام ہے جو کتاب و سنت کی نصوص یا اجماع امت کے مخالف ہو نبی اکرم ﷺ کا ارشاد اسی پر محمول ہے کہ :کل محدثة بدعة وکل بدعة ضلالة (ہر نو پیدا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے) اس سے مراد مذموم بدعتیں اور وہ نو پیدا کام ہیں جو باطل ہوں۔

میلاد النبی ﷺ سنت سے ثابت ہے

س: کیا میلاد شریف کی اصل سنت نبویہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) سے ثابت ہے؟

ج: ہاں! امام الحفاظ امام احمد بن حجر عسقلانی نے سنت سے اس کی اصل ثابت کی ہے اور یہ وہ حدیث ہے جو صحیح بخاری اور مسلم میں موجود ہے، حضور نبی اکرم ﷺ جب مدینہ منورہ میں تشریف لائے، تو آپ نے یہودیوں کو عاشورہ (دس محرم) کے دن روزہ رکھتے ہوئے پایا، آپ نے ان سے دریافت کیا، تو انہوں نے کہا: یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نجات عطا فرمائی ہم اس دن اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کیلئے روزہ رکھتے ہیں تو نبی اکرم ﷺ نے خود بھی اس دن روزہ رکھا اور صحابہ کرام کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

علامہ عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کہ اس حدیث سے اللہ تعالیٰ کے نعمت عطا فرمانے یا مصیبت دور کرنے پر معین دن میں اس کا شکر ادا کرنے کا ثبوت

ملتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کا شکر مختلف عبادتوں مثلاً نوافل، روزے اور صدقے کے ذریعے کیا جا سکتا ہے، حضور نبی اکرم ﷺ کے اس عالم رنگ و بو میں جلوہ افروز ہونے سے بڑی نعمت کونسی ہے؟ علامہ ابن حجر عسقلانی کا یہ قول امام سیوطی رحمہم اللہ تعالیٰ نے الحاوی للفتاوی میں نقل کیا ہے۔(۸۱)

اس گفتگو سے معلوم ہو گیا کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے میلاد شریف کا واقعہ سننے کے لئے جمع ہونا قرب الٰہی حاصل کرنے کا بڑا ذریعہ ہے، کیونکہ اس میں صاحب معجزات کی تشریف آوری پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہدیہ تشکر پیش کیا جاتا ہے، نیز تقرب خداوندی کے دیگر ذرائع مثلاً کھانا کھلانا، تحائف پیش کرنا اور درود و سلام کی کثرت کو اختیار کیا جاتا ہے۔

علماء کرام نے تصریح کی ہے کہ میلاد شریف منانا اس سال میں امن و امان کا ذریعہ اور مقاصد کے حصول کے لئے فوری بشارت ہے اور اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم(۸۲)

ابولہب کو میلاد کی خوشی کا فائدہ

حافظ شمس الدین ابن الجزری اپنی کتاب عرف التعریف بالمولد الشریف میں فرماتے ہیں: کہ ابولہب کو اس کی موت کے بعد خواب میں دیکھا گیا، تو اسے پوچھا گیا، کہ تیرا کیا حال ہے؟ اس نے کہا کہ آگ میں ہوں لیکن ہر پیر کی رات کو میرے عذاب میں تخفیف کردی جاتی ہے، اور اپنی انگلی کے پور کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ میں اپنی دو انگلیوں کے درمیان سے اتنا پانی چوستا ہوں اور یہ اس لئے ہے کہ جب (میری کنیز) ثویبہ نے مجھے حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کی اطلاع دی اور اس نے آپ کو دودھ پلایا تو میں نے اسے آزاد کر دیا تھا

ابولہب وہ کافر ہے جس کی مذمت میں قرآن پاک کی پوری سورت نازل ہوئی اسے آگ میں ہونے کے باوجود نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشی کی جزائے خیر عطا کی گئی، تو سید عالم ﷺ کی امت کے مسلمان موحد کا کیا حال ہوگا جو آپ کی ولادت مبارکہ پر خوشی مناتا اور سرکار دو عالم ﷺ کی محبت میں حسب استطاعت خرچ کرتا ہے، میری زندگی کے مالک کی قسم! اللہ کریم کی طرف سے اس کی جزا یہ ہوگی کہ اپنے فضل سے اسے جنات النعیم میں داخل فرمائے گا۔(۸۳)

محافل ذکر کا انعقاد اور دلائل

س: ذکر کے لئے جمع ہونے اور ذکر کے لئے منعقد کی جانے والی مجالس کا کیا حکم ہے؟

ج: ذکر الٰہی کے لئے جمع ہونا سنت مطلوبہ اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا محبوب ذریعہ ہے، بشرطیکہ اجنبی مردوں اور عورتوں کے (بے حجابانہ) اجتماع ایسے حرام کاموں پر مشتمل نہ ہو۔

س: بلند آواز سے ذکر کرنے اور اس کی مجالس منعقد کرنے کے مستحب ہونے پر کیا دلیل ہے؟

ج: ذکر کے لئے جمع ہونے اور بلند آواز سے ذکر کرنے کی فضیلت کے بارے میں حضور نبی اکرم ﷺ کی بہت سی احادیث وارد ہیں، چند ایک ملاحظہ ہوں۔

1: جو لوگ بیٹھ کر ذکر کرتے ہیں فرشتے ان کا احاطہ کر لیتے ہیں، رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ کے حاضرین میں ان کا ذکر فرماتا ہے، اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا۔(۸۴)

2 : امام مسلم اور ترمذی روایت کرتے ہیں: کہ حضور نبی اکرم ﷺ صحابہ کرام کے ایک حلقے میں تشریف لائے اور فرمایا: تمہارے بیٹھنے کا مقصد کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی حمد وثنا کرنے کے لئے بیٹھے ہیں، فرمایا: ہمارے پاس جبرئیل امین علیہ السلام تشریف لائے اور انہوں نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے حوالے سے فرشتوں پر فخر فرماتا ہے۔ (۸۵)

3 : امام احمد اور طبرانی روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب بھی کوئی جماعت جمع ہو کر محض اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی ہے تو ایک منادی انہیں آسمان سے ندا کرتا ہے کہ تم اس حال میں اٹھو کہ تمہاری مغفرت کر دی گئی ہے اور تمہارے گناہ نیکیوں سے بدل دیئے گئے ہیں۔ (۸۶)

یہ احادیث واضح طور پر ذکر اور کار خیر کیلئے اجتماع اور مل بیٹھنے کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں، اور ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے حوالے سے فرشتوں پر فخر فرماتا ہے۔

4 : بلند آواز سے ذکر کے مستحب ہونے پر وہ حدیث دلالت کرتی ہے جو امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کہ میں اپنے بندے کے اس گمان کے پاس ہوتا ہوں جو میرے بارے میں رکھتا ہے، اور جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، اگر وہ اپنے دل میں میرا ذکر کرے تو میں بھی اپنی ذات کی حد تک اس کا ذکر کرتا ہوں اور اگر وہ کسی جماعت میں میرا ذکر کرے تو میں اس سے بہتر جماعت میں اس کا ذکر کرتا ہوں

ظاہر ہے کہ جماعت میں ذکر بلند آواز سے ہی ہوتا ہے۔

5 : امام بیہقی روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کا ذکر اتنی کثرت سے کرو کہ منافقین کہیں یہ ریاکار ہیں، ایک روایت میں ہے کہ منافقین یہ کہیں کہ یہ پاگل ہیں۔ (۸۸)

یہ حقیقت ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ یہ باتیں ذکر خفی پر نہیں، بلکہ بلند آواز سے ذکر کرنے پر ہی کہی جائیں گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

احادیث ذکر میں تطبیق

علماء عارفین، اللہ تعالیٰ ان کی بدولت ہمیں نفع عطا فرمائے، فرماتے ہیں: کہ کچھ احادیث سے ذکر جہر اور کچھ احادیث سے ذکر خفی کا مستحب ہونا ثابت ہوتا ہے، ان کے درمیان تطبیق یہ ہے کہ مختلف احوال اور مختلف اشخاص کا حکم مختلف ہے، ذکر کرنے والے کو دیکھنا چاہئے کہ ان میں سے کونسا ذکر اسکے دل کے لئے زیادہ بہتر ہے اور کس ذکر میں اسے محویت حاصل ہوتی ہے؟ اسی کو اختیار کرے۔

ارباب معرفت نے یہ بھی بیان کیا ہے، کہ جس شخص کو ریاکاری کا خوف ہو یا یہ خطرہ ہو کہ بلند آواز سے ذکر کرنے سے کسی نمازی یا دوسرے شخص کو پریشانی پیدا ہوگی تو اس کے لئے ذکر خفی بہتر ہے، اگر یہ خطرہ نہ ہو تو ذکر جہر بہتر ہے، کیونکہ اس میں عمل زیادہ ہے (دل کے ساتھ کان اور زبان بھی ذکر میں مشغول ہے) اس کا فائدہ دوسرے تک پہنچتا ہے (وہ ذکر کو سنے گا اور اسے بھی شوق پیدا ہوگا) نیز ذکر جہر سے دل زیادہ متاثر ہوتا ہے اور انہماک بھی زیادہ حاصل ہوتا ہے، ہر آدمی کے لئے نیت کے مطابق اجر ہے، اور دلوں کے رازوں سے اللہ تعالیٰ ہی آگاہ ہے۔

محبت اہل بیت کی ترغیب اور ان کی دشمنی پر وارننگ

یہ امر آپ کے ذہن میں رہے کہ عوام وخواص میں مشہور ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے اہل بیت اور اولاد کی محبت تمام مسلمانوں پر فرض ہے، آیات قرآنیہ اور احادیث مبارکہ میں ان کی محبت اور مودت کی ترغیب اور اس کا حکم دیا گیا ہے، اکابر صحابہ کرام تابعین اور ائمہ سلف صالحین اسی پر عمل پیرا رہے ہیں۔

قرآنی آیات

اہل بیت کرام کی محبت کے واجب ہونے پر دلالت کرنیوالی وہ آیت جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو فرمایا:

قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربی (۸۹) اے حبیب آپ فرما دیجئے کہ اس (تبلیغ دین) پر میں تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا سوائے قرابت کی محبت کے۔

امام احمد، طبرانی اور حاکم روایت کرتے ہیں: کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے عرض کیا، یارسول اللہ! آپ کے قریبی رشتہ دار کون ہیں؟ جن کی محبت ہم پر واجب ہے، فرمایا، علی مرتضیٰ، فاطمہ اور ان کے دو بیٹے رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ (۹۰)

حضرت سعید بن جبیر، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: "الا المودة فی القربی" کی تفسیر میں فرماتے ہیں: مگر رسول اللہ ﷺ کے قریبی رشتہ داروں کی محبت۔ (۹۱)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ومن یقترف حسنة نزد له فیها حسنا (۲۳/۴۲) اور جو شخص نیکی کرے ہم اس کے لئے اس کی نیکی میں حسن کا اضافہ کریں گے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں حسنہ سے مراد آل محمد کی محبت ہے۔ (۹۲)

احادیث مبارکہ

چند احادیث بھی ملاحظہ ہوں۔

1: امام ابن ماجہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے کہ جب ان کے پاس ہمارے اہل بیت کا کوئی فرد بیٹھتا ہے، تو وہ اپنی گفتگو ختم کر دیتے ہیں، قسم ہے اس

ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، کسی شخص کے دل میں اسی وقت ایمان داخل ہو سکتا ہے جب اللہ تعالیٰ کے لئے اور ہماری رشتہ داری کی بنا پر ان سے محبت رکھے۔ (۹۳)

اور ایک روایت میں ہے: کہ کوئی بندہ اسی وقت ہم پر ایمان لا سکتا ہے جب ہم سے محبت کرے گا اور ہمارے ساتھ اسی وقت محبت کرے گا جب ہمارے اہل بیت سے محبت کرے گا۔

2: امام ترمذی اور حاکم حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں: کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے محبت رکھو، کیونکہ وہ تمہیں بطور غذا نعمتیں عطا فرماتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی محبت کی بنا پر مجھ سے محبت رکھو اور میری محبت کی بنا پر اہل بیت سے محبت رکھو۔ (۹۴)

3: امام دیلمی روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اپنی اولاد کو تین خصلتوں کی تعلیم دو۔ (۱) اپنے نبی اکرم ﷺ کی محبت (۲) نبی اکرم ﷺ نے اہل بیت کی محبت (۳) قرآن پاک کی تلاوت۔ (۹۵)

4: امام طبرانی روایت کرتے ہیں: کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا نبی اکرم ﷺ کا آخری کلام یہ تھا "أَخْلِفُوْنِيْ فِيْ أَهْلِ بَيْتِيْ" ہمارے اہل بیت کے بارے میں ہمارے اچھے خلیفہ بننا۔ (۹۶)

5: امام طبرانی اور ابوالشیخ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے لئے تین حرمتیں (عزتیں) ہیں، جس نے ان کی حفاظت کی اللہ تعالیٰ اس کے دین اور دنیا کی حفاظت فرمائے گا، صحابہ کرام نے عرض کیا، وہ کیا ہیں؟ فرمایا: (۱) اسلام کی حرمت (۲) ہماری حرمت (۳) اور ہمارے رشتہ داروں کی حرمت۔ (۹۷)

6 : امام بیہقی اور دیلمی روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کوئی بندہ اسی وقت مومن ہوگا جب ہم اسے اس کی جان سے زیادہ محبوب ہو جائیں، ہماری اولاد اسے اپنی اولاد سے زیادہ محبوب ہو جائے اور ہمارے اہل اسے اپنے اہل سے زیادہ محبوب ہو جائیں۔(۹۸)

7: امام بخاری اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! اہل بیت کے بارے میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا لحاظ اور پاس کرو، لہٰذا انہیں اذیت نہ دو۔(۹۹) وہ فرمایا کرتے تھے، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، میرے نزدیک اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی قرابت کی پاسداری زیادہ محبوب ہے۔(۱۰۰)

8 : امام قاضی عیاض شفاء شریف میں روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: آل محمد کی پہچان آگ سے نجات ہے، آل محمد کی محبت پل صراط سے گزرنے کا اجازت نامہ ہے، اور آل محمد کی دوستی عذاب سے امان کا پروانہ ہے، صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم۔(۱۰۱)

اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی دشمنی اور انہیں ایذاء پہنچانے کی شدید ممانعت

اہل بیت کرام کے بغض اور عداوت کے بارے میں بہت وعیدیں وارد ہیں اپنے دین کی فکر رکھنے والے مسلمان کو رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت میں سے کسی بھی فرد کی دشمنی سے بچنا چاہیے "الحذر ثم الحذر" کیونکہ یہ دشمنی اس کے دین میں اور آخرت میں بھی نقصان دہ ثابت ہوگی، اور اس کی بنا پر وہ نبی اکرم ﷺ کو اذیت دینے والا اور بے ادب شمار کیا جائے گا۔

علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے ایسی احادیث مبارکہ بیان کی ہیں جن میں آیا ہے کہ جس نے اہل بیت کو اذیت دی، اس نے نبی اکرم ﷺ کو اذیت دی، اور جس نے نبی اکرم ﷺ کو اذیت دی، وہ لعنت و عذاب کا مستحق ہوا، اور اس وعید کے خطرے میں داخل ہوا، جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے: بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء دیتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت فرمائی ہے اور ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کیا۔(۱۰۲)

اور اس فرمان میں ہے "تمہیں جائز نہیں تھا اگر تم اللہ کے رسول کو اذیت دیتے"(۱۰۳)

امام طبرانی اور بیہقی روایت کرتے ہیں: کہ نبی اکرم ﷺ نے بر سر منبر فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے؟ جو ہمیں ہمارے نسب اور رشتہ داروں کے بارے میں ایذاء پہنچاتے ہیں، سنو! جس نے ہمارے نسب اور رشتہ داروں کو اذیت دی اس نے ہمیں اذیت دی۔(۱۰۴)

امام ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم روایت کرتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل بیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: جو ان سے جنگ کرے اس سے میری جنگ ہے اور جو ان سے صلح کرے اس سے میری صلح ہے۔(۱۰۵)

ملا (عمر بن محمد) نے اپنی سیرت میں نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد روایت کیا: کہ مومن متقی ہی اہل بیت سے محبت کرے گا، اور بدبخت منافق ہی ہم سے عداوت رکھے گا۔(۱۰۶)

امام طبرانی اور حاکم روایت کرتے ہیں: کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی شخص حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان مقیم ہو، پابند صوم و صلوٰۃ ہو اور اس

حالت میں فوت ہو کہ وہ محمد مصطفیٰ ﷺ کے اہل بیت سے بغض رکھتا ہو وہ آگ میں داخل ہوگا۔(۱۰۷)

اور نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا اس شخص پر شدید غضب ہے جس نے ہمیں ہمارے اہل بیت کے سلسلے میں اذیت دی، اس حدیث کو دیلمی نے روایت کیا۔(۱۰۸)

رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت کے فضائل

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نسبی تعلق ارباب دانش وبصیرت کے نزدیک اعلیٰ ترین فضائل اور عظیم ترین قابل فخر امور میں سے ہے اور نبی اکرم ﷺ کے اصول اور فروع (آباؤاجداد اور اولاد) افضل ترین اصول وفروع ہیں کیونکہ ان کا حسب ونسب حضور سید عالم ﷺ سے متعلق ہے، علماء کرام کا اتفاق ہے کہ سادات کرام آباؤاجداد کی بنا پر اصل کے اعتبار سے سب لوگوں سے بہتر ہیں اس کے باوجود وہ احکام اور حدود شرعیہ میں دوسرے لوگوں کے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔(یعنی امتی ہونے میں سب یکساں ہیں)

بہت سی آیات اور احادیث میں اہل بیت کے فضائل اور جد امجد رسول اللہ ﷺ کی طرف نسبت کے صحیح ہونے کی تصریح ہے ان میں سے ایک اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا (۱۰۹) اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی دور کر دے اے نبی کے گھر والو! اور تمہیں خوب اچھی طرح پاک صاف کر دے، علماء کرام فرماتے ہیں: کہ اہل بیت دونوں قسموں یعنی نبی اکرم ﷺ کے کاشانہ مبارک میں رہنے والوں اور آپ سے نسبی تعلق رکھنے والوں کو شامل ہے، پس نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات اہل بیت سکنی

(حضور نبی اکرم ﷺ کے گھر رہنے والیاں) ہیں اور آپ کے رشتہ دار اہل بیت نسب ہیں
اہل بیت کے فضائل میں بہت سی احادیث آئی ہیں: مثلاً، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں: کہ یہ آیت حضور نبی اکرم ﷺ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں نازل ہوئی۔(۱۱۰)

اور یہ بھی حدیث صحیح میں آیا ہے: کہ نبی اکرم ﷺ نے ان حضرات کو اپنی چادر مبارک میں چھپا کر دعا مانگی اے اللہ! یہ میرے اہل بیت اور خواص ہیں، ان سے ناپاکی دور فرما (۱۱۱) اور انہیں اچھی طرح پاک فرما، ایک روایت میں ہے کہ ان پر چادر مبارک ڈالی اور ان پر دست اقدس رکھ کر دعا مانگی، اے اللہ! یہ آل محمد ہیں، اپنی رحمتیں اور برکتیں آل محمد پر نازل فرما بے شک تو حمد کیا ہوا اور عظمت والا ہے۔(۱۱۲)

اہل بیت کرام کی فضیلت پر دلالت کرنے والی آیات میں ایک آیت کا ترجمہ یہ ہے "جو شخص اسلام کے بارے میں آپ سے جھگڑتا ہے، بعد اس کے کہ آپ کے پاس علم آچکا ہے، تو آپ فرمادیں: کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں اور تمہارے بیٹوں، اپنی عورتوں اور تمہاری عورتوں، اپنے آپ کو اور تمہیں بلائیں ، پھر مباہلہ کریں او رجھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت بھیجیں "۔(۱۱۳)

مفسرین فرماتے ہیں: کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی مرتضیٰ، حضرت فاطمہ زہرا اور حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بلایا حضرت حسین کو گود میں اٹھایا، حضرت حسن کا ہاتھ پکڑا، حضرت فاطمہ آپ کے پیچھے چلیں اور حضرت علی دونوں کے پیچھے چلے، نبی اکرم ﷺ نے عرض کیا: میرے اللہ! یہ میرے اہل ہیں۔(۱۱۴)

اس آیت سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد اور ان کی اولاد کو نبی اکرم ﷺ کی اولاد کہا جاتا ہے اور ان کی نسبت آپ کی طرف نہ صرف یہ کہ صحیح ہے، بلکہ دنیا اور آخرت میں نفع دینے والی بھی ہے۔

مروی ہے کہ ہارون رشید نے حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: کہ آپ کیسے کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی اولاد ہیں؟ حالانکہ آپ حضرات تو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے ہیں، اور مرد کی نسبت باپ کے باپ کی طرف کی جاتی ہیں، نہ کہ ماں کے باپ کی طرف، تو حضرت موسیٰ کاظم نے اعوذ باللہ اور بسم اللہ شریف پڑھنے کے بعد آیت مبارکہ پڑھی، جس کا ترجمہ یہ ہے:

"اور نوح کی اولاد میں سے داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ اور ہارون ہیں، اور ہم اسی طرح نیکو کاروں کو جزا دیتے ہیں، اور زکریا، یحییٰ، عیسیٰ اور الیاس (علیہم الصلوٰۃ والسلام) ہیں"۔(۸۵،۸۶/۶)

حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کوئی باپ نہیں ہے، ان کو انبیاء کرام کی اولاد والدہ کی طرف سے قرار دیا گیا ہے، اسی طرح ہمیں ہماری ماں حضرت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف سے حضور نبی اکرم ﷺ کی اولاد میں شامل قرار دیا گیا ہے۔

امیر المؤمنین! اسکے علاوہ ایک اور بات ہے اور وہ یہ کہ جب آیت مباہلہ نازل ہوئی تو نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی مرتضیٰ، حضرت فاطمہ زہرا اور حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے علاوہ کسی کو نہیں بلایا، یہ روایت مجمع الاحباب میں بیان کی گئی ہے۔(۱۱۵)

اہل بیت کرام کے امتیازی فضائل واوصاف کے بارے میں بھی بہت سی

یئیں وارد ہیں، امام ابویعلیٰ حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں: کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ستارے آسمان والوں کیلئے امان ہیں (۱۱۶) اور ہمارے اہل بیت ہماری امت کے لئے اختلاف سے امان ہیں (یعنی وہ زمین کے ستارے ہیں۔) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک روایت میں ہے: کہ جب ہمارے اہل بیت دنیا سے رخصت ہوجائیں گے تو زمین والوں کے سامنے وہ آیات آئیں گی جن سے انہیں ڈرایا جاتا تھا۔(۱۱۷)

حاکم نیشاپوری حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے رب نے میرے اہل بیت کے بارے میں مجھ سے وعدہ فرمایا ہے: کہ ان میں سے جو شخص اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اعتراف کرے گا اور میرے بارے میں یہ اقرار کرے گا، کہ میں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام اس کے بندوں کو پہنچادیا ہے، تو اللہ تعالیٰ اسے عذاب نہیں دے گا۔(۱۱۸)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہم تمہارے درمیان وہ شے چھوڑ کر جارہے ہیں کہ اگر تم نے اسے مضبوطی سے تھامے رکھا تو ہمارے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوگے، ان میں سے ایک، دوسری سے بڑی ہے، اللہ تعالیٰ کی کتاب جو آسمان سے زمین تک پھیلی ہوئی ہے اور ہماری اولاد اور اہل بیت، یہ دونوں جدا نہیں ہونگے، یہاں تک کہ دونوں ہمارے پاس حوض کوثر پر آئیں گے، تم دیکھو کہ ان دونون کے ساتھ ہمارے بعد کیسا معاملہ کرتے ہو۔(۱۱۹)

حدیث صحیح میں آیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہارے درمیان ہمارے اہل بیت کی مثال حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی ہے جو اس میں سوار ہوا نجات پا گیا اور جو سوار نہیں ہوا غرق ہوگیا۔(۱۲۰)

اور ایک روایت میں ہے ہلاک ہوگیا اور تمہارے درمیان ہمارے اہل بیت کی مثال بنی اسرائیل کے باب حطہ کی ہے (وہ دروازہ جس میں سے بنی اسرائیل کو سجدہ کرتے اور حطہ کہتے ہوئے داخل ہونے کا حکم دیا گیا تھا) جو اس میں داخل ہوا بخشا گیا۔(۱۲۱)

امام دیلمی روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کہ دعا روک دی جاتی ہے یہاں تک کہ محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کے اہل بیت پر درود بھیجا جائے (۱۲۲)

امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

یا اهل بیت رسول الله حبکم　　فرض من الله فی القرآن انزله

کفاکم من عظیم القدر انکم　　من لم یصل علیکم لاصلاۃ له (۱۲۳)

۞ : اے رسول اللہ کے اہل بیت! تمہاری محبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے، اس نے قرآن پاک میں یہ حکم نازل فرمایا ہے۔

۞ : عظمت مقام سے تمہارے لئے یہ کافی ہے کہ، جو تم پر درود نہ بھیجے، اس کی نماز نہیں ہے۔(یعنی ناقص ہے)

بعض علماء محققین اللہ تعالیٰ ان کی بدولت ہمیں نفع عطا فرمائے، فرماتے ہیں: کہ جو شخص گہری نظر سے گردو پیش کا مشاہدہ کرے، اسے محسوس ہوگا کہ اہل بیت کی اکثریت احکام اسلام پر عمل پیرا، حضور سید المرسلین ﷺ کی شریعت کی تبلیغ کرنے والی اپنے رب سے ڈرنے والی اپنے جد امجد ﷺ کی پیروکار اور قدم بقدم چلنے والی ہے اور جو شخص اپنے باپ کی مشابہت اختیار کرتا ہے اس نے کیا ظلم کیا؟ اہل بیت کے علماء ملت اسلامیہ کے قائدین ہیں اور وہ آفتاب ہیں جن کی بدولت اندھیرے چھٹ جاتے ہیں، پس وہ اس امت کی برکت ہیں جو اس کائنات کے ہر اندھیرے کو دور

کرنے والے ہیں، لہٰذا ضروری ہے کہ ہر زمانے میں ان کی ایک جماعت پائی جائے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ لوگوں سے بلا دور فرمائے کیونکہ وہ زمین والوں کیلئے امان ہیں، جیسے ستارے آسمان والوں کے لئے امان ہیں۔

کیا نبی اکرم ﷺ نے نہیں فرمایا: کہ تم ان سے علم سیکھو، انہیں سکھاؤ نہیں، اور جب ان کی مخالفت کرو گے تو تم ابلیس کا گروہ ہو گے۔ (۱۲۴)

(یہ وعید اس صورت میں ہے جب بحیثیت اہل بیت ہونے کے ان کی مخالفت کی جائے، دلائل کی بنا پر کسی مسئلے میں اختلاف پر یہ وعید نہیں ہے، ۱۲ قادری)

کیا نبی اکرم ﷺ سے یہ مروی نہیں ہے؟ کہ ان کا دامن پکڑنے والا کبھی گمراہ نہیں ہوگا، وہ تمہیں گمراہی کے دروازے سے کبھی نہ نکالیں گے۔ کیا حضور ﷺ نے بیان نہیں فرمایا: کہ وہ اس امت کی امان ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان میں حکمت رکھی ہے، جو ان سے دشمنی کرے گا، وہ اللہ تعالیٰ کے دین سے خارج ہے اور جو ان سے بغض رکھے، وہ نص کی بنا پر منافق ہے، اور یہ بھی ارشاد فرمایا: کہ وہ قرآن پاک سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر کے کنارے پر سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں گے۔

کیا حضور علیہ السلام کسی چیز کے مالک نہیں؟

س : حدیث صحیح میں آیا ہے: کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے فاطمہ بنت محمد! اے صفیہ بنت عبد المطلب! اے بنو عبد المطلب! اپنی جانوں کو آگ سے بچالو، کیونکہ میں اللہ تعالیٰ سے تمہارے لئے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔ (۱۲۵) اس حدیث اور ایسی دوسری حدیثوں کا کیا مطلب ہے؟

ج : علماء کرام اللہ تعالیٰ ان کی بدولت ہمیں نفع عطا فرمائے، فرماتے ہیں: اس حدیث

اور نبی اکرم ﷺ کے اہل بیت کی فضیلت میں وارد احادیث میں کوئی مخالفت نہیں ہے کیونکہ حدیث مذکور کا مطلب یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کسی کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نفع یا نقصان کے (از خود) مالک نہیں ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کے مالک بنانے سے آپ اپنے خویش واقرباء، بلکہ امت کو خصوصی اور عمومی شفاعت سے نفع دیں گے، پس آپ اسی چیز کے مالک ہیں جس کا اللہ تعالیٰ آپ کو مالک بنائے، اسی طرح ایک روایت میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

"لااغنی عنکم من اللہ شیأ" میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے کچھ بھی بے نیاز نہیں کرسکتا، یعنی اپنے طور پر بغیر اس کے کہ اللہ تعالیٰ مجھے شفاعت کی اجازت دے کر یا میرے طفیل امت کی مغفرت فرما کر مجھے اعزاز عطا فرمائے، حضور نبی اکرم ﷺ نے حدیث مذکور میں حق قرابت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: غیر ان لکم رحما سابلھا ببلالھا (۱۲۶) مگر تمہارے لئے قرابت ہے جسے ہم اس کی تری سے تر کریں گے۔ ﴿مسلم شریف﴾

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم صلہ رحمی کریں گے، ڈرسنانے کے مقام کا تقاضا یہ تھا کہ فرمائیں، ہم تمہیں اللہ تعالیٰ سے کچھ بے نیاز نہیں کرسکیں گے، اس کے ساتھ ہی حق قرابت کی طرف بھی اشارہ فرمادیا، احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی طرف اہل بیت کی نسبت ان کے لئے دنیا اور آخرت میں فائدہ دینے والی ہے، مثلاً وہ حدیث جسے امام احمد اور حاکم نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

فاطمہ ہماری لخت جگر ہیں، جو چیز انہیں ناراض کرتی ہے وہ ہمیں ناراض کرتی ہے اور جو انہیں خوش کرتی ہے، وہ ہمیں خوش کرتی ہے، قیامت کے دن ہمارے نسب، سبب اور سسرالی رشتہ داری کے علاوہ تمام نسب منقطع ہوجائیں گے (۱۲۷)

امام حاکم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں: کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے رب نے میرے اہل بیت کے بارے میں مجھ سے وعدہ فرمایا کہ ان میں سے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور میرے لئے تبلیغ کا اقرار کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے عذاب نہیں دے گا۔ (۱۲۸)

عظمت سادات

امام علامہ خاتمۃ المحققین احمد بن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتاوی میں یہ سوال منقول ہے کہ کیا بے علم سید افضل ہے یا (غیر سید) عالم؟ اور جب یہ دونوں جمع ہوں اور قہوہ وغیرہ پیش کرنا ہو تو تعظیم کا زیادہ حق دار کون ہے؟ پہلے کس کو پیش کیا جائے؟ یا کوئی شخص ہاتھوں کو بوسہ دینا چاہے تو ابتداء کس سے کرے؟

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ: دونوں عظیم فضیلت کے حامل ہیں سید اس لئے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی اولاد ہیں اور اس کے برابر کوئی فضیلت نہیں ہے، اسی لئے بعض علماء نے فرمایا: کہ میں نبی اکرم ﷺ کے جسم اقدس کے حصے کے برابر کسی کو نہیں مانتا، رہا عالم باعمل تو اس کی فضیلت یہ ہے کہ اس میں مسلمانوں کا فائدہ اور گمراہوں کی راہنمائی ہے، علماء کرام رسول ان گرامی کے خلفاء اور ان کے علوم و معارف کے وارث ہیں، لہٰذا صاحب توفیق پر لازم ہے کہ تمام سادات کرام اور باعمل علماء کے حق کو تسلیم کرے اور ان کی تعظیم و توقیر بجالائے، اور جب دونوں اکٹھے ہوں تو ابتداء سید سے کرے، کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ کے لخت جگر ہیں، سید سے مراد ہے کہ جس کا سلسلہ نسب سیدنا امام حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما وعلیہما وعلی اھل بیتھما السلام سے وابستہ ہو۔ (۱۲۹) واللہ تعالیٰ اعلم

حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف نسبت کا فائدہ

احادیث صحیحہ سے ثابت ہے: کہ نبی اکرم ﷺ کی طرف نسبت دنیا و آخرت میں فائدہ مند ہے، حدیث شریف میں ہے: کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن ہمارے نسب اور سسرالی رشتے کے علاوہ ہر نسب اور سسرالی رشتہ منقطع ہو جائے گا اس حدیث کو ابن عساکر نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ (۱۴۰)

یہ اور دیگر احادیث دلالت کرتی ہیں: کہ نبی اکرم ﷺ کی طرف نسبت کا عظیم فائدہ ہے۔

علماء کرام فرماتے ہیں: کہ وہ احادیث ان حدیثوں کی مخالف نہیں ہیں، جن میں آیا ہے: کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے اہل بیت کو اللہ تعالیٰ کے خوف، تقوی اور اطاعت پر ابھارا اور فرمایا: کہ ہم انہیں اللہ تعالیٰ سے کچھ بھی بے نیاز نہیں کر سکتے، کیونکہ آپ (از خود) کسی کو نفع نقصان نہیں دے سکتے، لیکن اللہ تعالیٰ کے مالک بنانے سے آپ خویش و اقارب کو نفع دیں گے، سرکار دو عالم ﷺ کا یہ فرمانا: کہ ہم تمہیں کچھ بے نیاز نہیں کر سکتے، اس کا مطلب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے شفاعت اور مغفرت کا اعزاز بخشے بغیر ہم محض اپنی طرف سے کچھ فائدہ نہیں دے سکتے، ڈرسنانے کے مقام کی رعایت کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا:

امام بزار طبرانی اور دیگر محدثین ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں، اس میں ہے کہ ان لوگوں کا کیا حال ہے؟ جو گمان کرتے ہیں کہ ہماری قرابت نفع نہیں دے گی، قیامت کی دن ہر نسب اور تعلق منقطع ہو جائے گا سوائے ہمارے نسب اور تعلق کے، ہمارا رحم دنیا اور آخرت میں متصل ہے۔ (۱۴۱) (منقطع نہیں ہوگا)

امام احمد بن حنبل، حاکم اور بیہقی حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

روایت کرتے ہیں: کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو بر سر منبر فرماتے ہوئے سنا: کہ
ان لوگوں کا کیا حال ہے؟ جو کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا رحم (نسبی رشتہ) قیامت
کے دن آپ کی قوم کو نفع نہیں دے گا، ہاں! اللہ کی قسم ہمارا رحم (نسبی رشتہ) دنیا
اور آخرت میں متصل ہے، اور اے لوگو! ہم حوض کوثر پر تمہارے پیش رو ہیں۔ (۱۳۲)

الحمد للہ تعالیٰ آج "مسائل کثر حولها النقاش والجدل" کا ترجمہ
مکمل ہوا، بفرمائش حضرت شیخ سید یوسف سید ہاشم الرفاعی مدظلہ العالی۔

۲۷/شعبان المعظم ۱۴۱۷ھ	محمد عبدالحکیم شرف قادری
۸ جنوری ۱۹۹۷ء	جامعہ نظامیہ رضویہ۔ لاہور

حضنیفہ

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فضائل

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت محمد ﷺ کو تمام رسولوں کا سردار اور تمام انبیاء کا خاتم منتخب فرمایا اور دین اسلام کو کامل ترین، دین مصطفےٰ اور آخری شریعت قرار دیا اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو انبیاء کرام علیہم السلام کے درمیان اور آپ کے دین کو تمام ادیان کے درمیان منتخب فرمایا، اسی طرح اس دین حنیف کے حاملین کو تمام لوگوں کے درمیان منتخب فرمایا، وہ تھے رسول اکرم ﷺ کے صحابہء کرام۔

یہ وہ اصحاب ایمان تھے جو حضور نبی اکرم ﷺ پر ایمان لائے اور انہوں نے آپ کی تصدیق کی جب کہ دوسرے لوگ آپ کی تکذیب کرر ہے تھے، صحابہ کرام نے سرکار دو عالم ﷺ کی تعظیم وتوقیر اور آپ کی نصرت وحمایت کی جبکہ دشمن آپ کو شہید کرنے کی سازشیں کرر ہے تھے، صحابہ کرام نے ہر مشکل گھڑی میں نبی اکرم ﷺ کی تائید کی۔

یہ وہ قدسی صفات نفوس ہیں جنہوں نے آپ کے ساتھ نازل کئے ہوئے نور (قرآن پاک) کی پیروی کی، وہ آپ کے مخلص وزراء، اصحاب محبت انصار اور سچے مددگار تھے، وہ آپ کی شریعت کا دفاع کرتے رہے، آپ کے دین پر حملوں کا جواب دیتے رہے، اللہ تعالیٰ کے دین کی ترویج کے لئے اپنی جانیں اور اموال قربان کرتے رہے، انہوں نے اسلام کا پیغام پھیلانے کے لئے اپنے وطن چھوڑ دیئے یہ وہ منتخب ترین جماعت ہے جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنا دین زمین پر نافذ فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں افضل الانبیاء، تمام رسولوں سے مکرم تر رسول، نبی عربی حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی صحبت کا شرف عطا فرمایا، وہ امت مسلمہ کے افضل ترین

اور اعلیٰ ترین افراد ہیں، ان کا مقام بلند اور مرتبہ نہایت عالی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ان کے اوصاف بیان کیے ہیں اور ان کی تعریف فرمائی ہے۔

فضائل صحابہ اور قرآن پاک

اس جگہ ہم چند آیات کا ترجمہ پیش کرتے ہیں۔

1 : اے نبی (غیب کی خبر دینے والے!) آپ کے لئے اللہ کافی ہے اور آپ کے پیروکار مومن۔ (کافی ہیں) (۱۳۳)

2 : لیکن رسول گرامی اور وہ جو ان کے ساتھ ایمان لائے، انہوں نے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کیا، ان کے لئے بھلائیاں ہیں اور وہی کامیاب ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جنتیں تیار کی ہیں، جن کے نیچے نہریں جاری ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، یہ عظیم کامیابی ہے۔ (۱۳۴)

3 : اور سبقت والے پہلے مہاجرین، انصار اور جنہوں نے اخلاص کے ساتھ ان کی پیروی کی، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی، اور ان کے لئے باغات تیار کیے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ہمیشہ اس میں رہیں، اور یہ عظیم کامیابی ہے۔ (۱۳۵)

4 : محمد اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہیں، کافروں پر بہت سخت، آپس میں مہربان ہیں، تو انہیں رکوع اور سجدہ کرتے ہوئے دیکھے گا، وہ اللہ کا فضل اور خوشنودی تلاش کرتے ہیں، ان کے چہروں میں ان کی نشانی ہے سجدے کے اثر سے یہ ان کی صفت ہے تورات میں اور ان کی صفت ہے انجیل میں۔ (۱۳۶)

5 : وہ جنہوں نے اللہ اور رسول کے حکم کی تعمیل کی بعد اس کے کہ انہیں زخم لاحق ہو چکا تھا ان میں سے نیکوکاروں کے لئے عظیم اجر ہے۔ (۱۳۷)

6: وہ لوگ جو ایمان لائے، ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور وہ لوگ جنہوں نے پناہ دی اور امداد کی، وہی سچے ایمان والے ہیں، ان کے لئے مغفرت اور عزت والا رزق ہے۔ (۱۳۸)

فضائل صحابہ اور احادیث مبارکہ

رسول اللہ ﷺ نے تمام مسلمانوں پر صحابہ کرام کی عزت و شرافت کا اظہار کرنے کے لئے ان کی محبت و تعظیم پر ابھارا اور انہیں گالی دینے سے منع فرمایا جیسے کہ احادیث شریف میں واقع ہے:

1 : رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ کو گالی نہ دو، قسم ہے اس ذات اقدس کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اگر تم میں سے ایک شخص احد پہاڑ کی مثل سونا خرچ کر دے تو ان کے سیر اور آدھے سیر کو نہیں پہنچ سکے گا۔

2 : حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہماری امت کے افضل لوگ میرے زمانے والے ہیں، پھر جو ان کے ساتھ متصل ہیں، پھر جو ان کے ساتھ متصل ہیں، حضرت عمران رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نہیں جانتا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے زمانے کے بعد دو زمانوں کا ذکر فرمایا یا تین کا، پھر ان کے بعد ایسے لوگ ہوں گے جو گواہی دیں گے، حالانکہ ان سے گواہی طلب نہیں کی جائے گی، وہ خیانت کریں گے اور ان پر اعتماد نہیں کیا جائے گا، وہ نذر مانیں گے اور اسے پورا نہیں کریں گے اور ان میں موٹاپا ظاہر ہوگا۔ (۱۴۰)

3 : حضرت ابو بردہ اپنے والد ماجد (حضرت ابو موسیٰ اشعری) رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں: کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی، پھر ہم نے کہا کہ کتنا اچھا ہو اگر ہم بیٹھ جائیں اور حضور ﷺ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھیں

حضرت ابوموسیٰ فرماتے ہیں: کہ ہم بیٹھ گئے، پس آپ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: تم یہیں رہے ہو؟ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ہم نے آپ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی، پھر ہم نے کہا کہ ہم بیٹھتے ہیں، آپ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھیں گے، آپ نے فرمایا: تم نے اچھا کیا یا فرمایا تم صواب کو پہنچے، حضرت ابوموسیٰ فرماتے ہیں: پھر آپ نے سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا اور آپ بکثرت سر اقدس آسمان کی طرف اٹھایا کرتے تھے، اور فرمایا:

ستارے آسمان کے لئے سبب امان ہیں، جب ستارے چلے جائیں گے تو آسمان کو وہ کچھ آئے گا جس کا اس سے وعدہ کیا گیا ہے، ہم اپنے اصحاب کے لئے باعث امان ہیں، جب چلے جائیں گے تو ہمارے اصحاب کو وہ کچھ آئے گا جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے، ہمارے اصحاب ہماری امت کیلئے ذریعہء امن ہیں، جب ہمارے اصحاب چلے جائیں گے، تو ہماری امت کو وہ کچھ درپیش ہوگا جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔ (۱۴۱)

اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی فضیلت بیان فرمائی ہے، کہ وہ امت کو بدعات، دین میں (مخالف شریعت) نو پیدا امور، فتنوں دلوں کے اختلافات اور ایسے ہی دیگر امور کے ظہور سے بچانے والے ہیں، جیسے کہ حضور نبی اکرم ﷺ صحابہ کرام کو اس قسم کے امور سے بچانے والے ہیں۔

4 : حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمارے صحابہ کرام کی عزت کرو کہ وہ تمہارے بہترین افراد ہیں، پھر وہ جو ان کے ساتھ متصل ہوں گے، پھر وہ جو ان سے متصل ہوں گے۔ (۱۴۲)

5 : حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا: لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا اور لوگوں کے گروہ جہاد کریں گے، انہیں کہا جائے گا کہ کیا تم میں وہ شخص ہے جو رسول اللہ ﷺ کی صحبت سے فیض یاب ہوا ہو؟ مجاہدین کہیں گے، ہاں! تو ان کیلئے دروازہ کھول دیا جائے گا، پھر لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا اور کچھ لوگ جہاد کریں گے، تو پوچھا جائے گا کہ تم میں وہ شخص ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام کی صحبت پائی ہو؟ مجاہدین کہیں گے، ہاں! تو ان کے لئے دروازہ کھول دیا جائے گا، پھر لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا اور کچھ لوگ جہاد کریں گے، ان سے پوچھا جائے گا کہ تم میں وہ شخص ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے اصحاب (تابعین) کی صحبت پائی ہو؟ مجاہدین کہیں گے، ہاں! تو دروازہ کھول دیا جائے گا۔ (۱۴۳)

مسئلہ نور و بشر

حضور نبی اکرم ﷺ نور ہیں

س : کیا حضور نبی اکرم ﷺ نور ہیں؟

ج : ہاں! حضور نبی اکرم ﷺ نور بھی ہیں اور بشر بھی، اور ان کے درمیان کوئی منافات نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاَرْسَلْنَا اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا (۱۴۴)

ہم نے مریم کی طرف اپنی روح کو بھیجا، تو وہ ان کے سامنے تندرست انسان کی شکل میں آ گئے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نوری مخلوق ہونے کے باوجود انسانی شکل میں جلوہ گر ہوئے، جو شخص حضور نبی اکرم ﷺ کی بشریت کا مطلقاً انکار کرے وہ کافر ہے اور جو شخص آپ کی نورانیت کا انکار کرے وہ خود گمراہ ہے اور دوسروں کو گمراہ کرتا ہے۔

س : اس پر کیا دلیل ہے؟

ج : اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

قَدْ جَآءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتَابٌ مُّبِيْنٌ (۱۴۵) تحقیق تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور آیا اور کتاب مبین آئی۔

نور سے مراد نبی اکرم ﷺ ہیں، جیسے کہ تفسیر ابن عباس، تفسیر کبیر، تفسیر طبری جلالین، تفسیر خازن اور روح المعانی میں ہے۔(۱۴۶)

اقوالِ مفسرین

1 : ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما آیت کریمہ "قَدْ جَآءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ" کی تفسیر میں فرماتے ہیں نور سے مراد رسول ہیں یعنی محمد مصطفیٰ ﷺ۔

﴿تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس طبع مصر: ص/۷۲﴾

2 : امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں: اس میں کئی اقوال ہیں، پہلا یہ کہ نور سے مراد محمد مصطفیٰ ﷺ اور کتاب سے مراد قرآن کریم ہے۔(تفسیر کبیر: ۱۱/۱۸۹)

3: امام محمد بن جریری فرماتے ہیں: نور سے مراد محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں

﴿تفسیر جامع البیان: ٦/ ٩٢﴾

4: امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (قَدْجَآءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ) میں نور سے مراد نبی اکرم ﷺ کا نور ہے۔﴿تفسیر جلالین: ص ۹۷﴾

5 : امام علی بن محمد خازن اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں: نور سے مراد محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام نور اس لئے رکھا کہ آپ سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے جیسے نور کے ذریعے اندھیروں میں ہدایت پائی جاتی ہے۔

﴿لباب التاویل فی معانی التنزیل ۲/ ۲۸)

2 : جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو ﴿النساء ۴/۵۸﴾

3: عنقریب اللہ ہمیں اپنے فضل سے عطا فرمائے اور اس کا رسول ﴿التوبۃ: ۹/۵۹﴾

4: اللہ اور اس کے رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا۔ ﴿التوبۃ: ۹/۷۴﴾

5: اور کسی ایمان دار مرد اور عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا فیصلہ کر دیں تو ان کے لئے اپنے اس کام میں کچھ اختیار ہو ﴿الاحزاب: ۳۳/۳۶﴾

6 : اور ﴿نبی امی﴾ ان کیلئے پاکیزہ چیزیں حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزیں ان پر حرام کرتے ہیں۔ ﴿الاعراف: ۷/۱۵۷﴾

7 : حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرمایا: لاھب لك غلاما زکیا تا کہ میں آپ کو پاکیزہ بچہ دوں۔ ﴿مریم: ۱۹/۱۶﴾

احادیث مبارکہ

1 : ہمیں جوامع الکلم (وہ احادیث جن کے الفاظ مختصر مگر ان میں معانی کا ایک جہان پوشیدہ ہے) کے ساتھ بھیجا گیا، ہمیں رعب کے ساتھ امداد دی گئی، ہم محو استراحت تھے کہ زمین کے خزانوں کی چابیاں لاکر ہمارے ہاتھ میں دے دی گئیں۔

﴿صحیح مسلم: ۱/۱۹۹﴾

2 : ہمیں زمین کے خزانوں کی چابیاں دے دی گئیں۔ ﴿متفق علیہ﴾

﴿مشکوٰۃ شریف: ص/۵۱۲۔ صحیح بخاری شریف: ۱/۱۷۹۔ نیز ۱/ص ۲۱۸﴾

3 : ہم نے دعا کی اے اللہ! میری امت کو بخش دے، اے اللہ! میری امت کو بخش دے اور تیسری دعا ہم نے اس دن کیلئے مؤخر کر دی جب حضرت ابراہیم علیہ السلام سمیت تمام مخلوق ہماری طرف رغبت (رجوع) کرے گی۔ ﴿صحیح مسلم: ۱/۲۷۳﴾

4: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (روزہ توڑنے والے صحابی کو) فرمایا: جاؤ یہ (کھجوریں)

اپنے گھر والوں کو کھلا دو۔ ﴿صحیح مسلم: ۱/ ۲۷۳﴾
5 : جب ہم تمہیں کسی چیز کا حکم دیں تو تم اسے اپنی استطاعت کے مطابق ادا کرو اور جب تمہیں کسی چیز سے منع کریں تو اسے چھوڑ دو (مطلب یہ کہ حضور نبی اکرم ﷺ آمر بھی ہیں اور ناہی بھی۔) ﴿صحیح مسلم: ۱/ ۴۳۲﴾
6 : حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: کہ جب یہ آیۃ کریمہ یبایعنک علیٰ ان لا یشرکن باللہ شیئا نازل ہوئی تو ممنوع کاموں میں نوحہ بھی تھا، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم آل فلاں کو مستثنیٰ فرمادیں، کہ انہوں نے زمانہ جاہلیت میں میری امداد کی تھی، اس لئے ضروری ہے کہ میں ان کی امداد کروں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آل فلاں مستثنیٰ ہے (یہ بھی حضور نبی اکرم ﷺ کے اختیار کی دلیل ہے۔) ﴿صحیح مسلم: ۱/ ۳۰۴﴾
7: حدیث قدسی میں ہے کہ ہم آپ کی امت کے بارے میں آپ کو راضی کردیں گے اور آپ کو تکلیف نہیں دیں گے۔ ﴿صحیح مسلم: ۱/ ۱۱۳﴾
8: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: اللہ کی قسم! میں دیکھتی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی چاہت پوری کرنے میں جلدی فرماتا ہے۔ ﴿صحیح مسلم: ۱/ ۴۷۳﴾

ائمہ دین کے ارشادات

1: امام مناوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: یا تمام جہان کے خزانے مراد ہیں، تاکہ لوگوں کے استحقاق کے مطابق انہیں نکال کردیں، پس جو کچھ بھی اس جہان میں ظاہر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی اجازت سے وہی سرکار عنایت فرماتے ہیں، جن کے ہاتھ میں چابی ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے علم غیب کلی کی چابیاں اپنے ساتھ مختص کی ہیں اور انہیں وہی

جانتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے عطیات کے خزانوں کی چابیاں اپنے حبیب ﷺ کو عطا فرمائی ہیں، ان خزانوں میں سے جو چیز نکلے گی وہ آپ ہی کے ہاتھوں نکلے گی۔

﴿فیض القدیر شرح جامع صغیر: ۱/ ٥٦٤﴾

2 : امام نووی قاضی عیاض رحمہما اللہ تعالیٰ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں: کہ بعض علماء نے کہا کہ سید وہ ہے جو اپنی قوم سے فائق ہو اور مصیبتوں میں جس کی پناہ لی جائے، نبی اکرم ﷺ دنیا اور آخرت میں سب لوگوں کے سردار ہیں، قیامت کا دن اس لئے خاص کیا گیا کہ آپ کی سیادت (سرداری) اس دن عروج پر ہوگی اور سب لوگ اسے تسلیم کریں گے۔ ﴿شرح مسلم: ۱/ ۱۱﴾

3 : علامہ قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں پس نبی اکرم ﷺ راز کا خزانہ اور امر کے نافذ ہونے کی جگہ ہیں، لہٰذا جو امر نافذ ہوگا وہ آپ ہی سے نافذ ہوگا اور جو خیر نقل کی جائے گی آپ ہی سے نقل کی جائے گی۔ ﴿مواهب لدنيه: ۱/ ٥٦﴾

4: حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سَل! یعنی مجھ سے کوئی حاجت طلب کرو، اس کی شرح میں حضرت علامہ ملا علی قاری اور علامہ ابن حجر رحمہما اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں: کہ ہم تمہاری خدمت کے مقابلے میں تمہیں عنایت کریں، کیونکہ اصحاب کرام کی یہی شان ہے، نبی اکرم ﷺ سے زیادہ کریم تو کوئی ہے ہی نہیں، آپ نے سوال کے ساتھ کوئی قید نہیں لگائی (کہ فلاں چیز مانگو) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق کے خزانوں میں سے جو آپ چاہیں دینے کا اختیار دیا ہے، اسی لئے ہمارے ائمہ نے حضور نبی اکرم ﷺ کی ایک خصوصیت یہ شمار کی ہے کہ آپ جس شخص کو جس چیز کے ساتھ چاہیں مخصوص فرمادیں جیسے آپ نے حضرت خزیمہ ابن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کو دو شہادتوں کے

برابر قرار دیا، اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا، اسی طرح آپ نے حضرت ام عطیہ کو خاص طور پر آل فلاں میں نوحہ کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔

﴿ مرقاۃ المصابیح: ۲/ ۳۲۳﴾

5 : ابن سبع اور دیگر حضرات نے نبی اکرم ﷺ کی خصوصیات میں یہ بات شمار کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کی زمین آپ کو الاٹ کردی ہے، آپ جسے چاہیں جتنی چاہیں عطا فرمادیں۔﴿مرقاۃ المصابیح: ۲/ ۳۲۳﴾

6: نواب صدیق حسن خان بھوپالی (سرگروہ غیر مقلدین) کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا: "سَلْ" یعنی دنیا اور آخرت کی جو بھلائی چاہو مانگ لو، آپ نے مطلقاً "سَلْ" فرمایا، کسی خاص مطلوب کی قید نہیں لگائی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام معاملہ آپ کے دستِ ہمت و کرامت میں ہے، آپ جو چاہیں جسے چاہیں اپنے رب کی اجازت سے عطا فرمادیں﴿ مسک الختام: ۱/ ۲۷۶﴾

7 : امام جلال الدین سیوطی امام طبرانی وغیرہ سے نقل کرتے ہیں: کہ حکم بن ابوالعاص حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھا کرتا تھا، جب حضور نبی اکرم ﷺ گفتگو فرماتے تو وہ نقلیں اتارا کرتا تھا، نبی اکرم ﷺ نے اسے فرمایا: کہ تو اسی طرح ہو جا، تو وہ مرنے تک اسی طرح رہا۔﴿ خصائص کبریٰ: ۲/ ۷۹، بحوالہ: امام بیہقی، طبرانی و حاکم﴾

8 : علامہ عبدالوھاب شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے غزوہ تبوک میں صحابہ کے سامنے کلمہ کُنْ بیانِ جواز کے لئے استعمال فرمایا، نیز آپ کو معجزات کے اظہار کی اجازت دی گئی تھی، یہ مسئلہ بھی اسی قبیلے سے ہے، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کُنْ أبا ذر تو ابوذر ہو جا، چنانچہ ابوذر ہی تھے، کھجور کی شاخ کو فرمایا: کُنْ سیفاً تلوار بن جا تو وہ تلوار بن گئی﴿ الیواقیت والجواھر: ۱/ ۱۴۸﴾

9: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اولئك الذين آتينا هم الكتب والحكم (الآية)

امام فخر الدین رازی اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں مخلوق پر حکم چلانے والوں کی تین قسمیں ہیں (پہلی دو قسمیں بیان کرنے کے بعد فرمایا) تیسری قسم انبیاء کرام ہیں یہ وہ حضرات ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ایسے علوم و معارف عطا فرمائے ہیں جن کی بدولت وہ مخلوق کے باطنوں اور روحوں میں تصرف کر سکتے ہیں، نیز اللہ تعالیٰ نے انہیں وہ قدرت اور اختیار عطا فرمایا ہے جس کی بناء پر وہ مخلوقات کے ظواہر میں تصرف کرتے ہیں، چونکہ وہ ان دونوں وصفوں کے جامع ہیں اس لئے وہی حاکم مطلق ہیں۔

﴿تفسیر کبیر: ۱۲ /۶۷﴾

﴿اس مسئلے کی مزید تفصیل کیلئے دیکھئے "من عقائد اهل السنة" یا اس کا اردو ترجمہ "**عقائد و نظریات**" از راقم الحروف ۱۲، شرف قادری﴾

حاضر وناظر رسول ﷺ

س : کیا حضور نبی اکرم ﷺ حاضر وناظر ہیں؟

ج: ہاں! اور اس میں کوئی شک نہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو گواہ بنا کر بھیجا آپ کو بہت بڑی عزت عطا فرمائی، آپ کو منفرد خصوصیات سے نوازا، آپ کو صفتِ شہود (گواہی) کے ساتھ موصوف فرمایا اور نبی اکرم ﷺ قیامت کے دن امت کے اعمال پر گواہی دیں گے، گواہی تب ہی دی جاسکتی ہے جب آپ ان اعمال کو ملاحظہ فرماتے ہوں اور کائنات کے تمام امور آپ پر منکشف ہوں، یہاں تک کہ کوئی چیز آپ پر مخفی نہ رہے۔

س : اس پر دلیل کیا ہے؟

ج : قرآن پاک کی درج ذیل آیات اس کی دلیل ہیں۔

1 : اے نبی (غیب کی خبر دینے والے) ہم نے آپ کو گواہ، خوشخبری اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا۔ ﴿الاحزاب: ۳۳/۴۵﴾

2 : اے نبی! ہم نے آپ کو مشاہدہ کرنے والا، خوشخبری اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا۔ ﴿الفتح: ۴۸/۸﴾

3 : بے شک ہم نے تمہاری طرف رسول بھیجا تم پر گواہ۔ ﴿المزمل: ۷۳/۱۵﴾

4 : تو کیا حال ہوگا؟ جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور (اے حبیب!) ہم آپ کو ان پر گواہ لائیں گے۔ ﴿النساء: ۴/ ۴۱﴾

5 : اور یہ رسول تم پر گواہ ہوں۔ ﴿البقرہ: ۲/ ۱۴۳﴾

6 : اور جس دن ہم ہر امت سے ایک گواہ اٹھائیں گے۔ ﴿النحل: ۱۶/۸۴﴾

7 : اور جس دن ہم ہر امت میں ان پر ایک گواہ ان ہی میں سے اٹھائیں گے اور (اے حبیب!) ہم آپ کو ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے۔ ﴿النحل: ۱۶/۸۹﴾

8 : تا کہ رسول تم پر گواہ ہو اور تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ۔ ﴿الحج: ۲۲/ ۷۸﴾

احادیث مبارکہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

1: ہم تمہیں پیچھے سے دیکھتے ہیں، جس طرح تمہیں آگے دیکھتے ہیں۔

﴿صحیح بخاری :۱/۵۹﴾

2 : کیا تمہارا گمان ہے؟ کہ ہماری توجہ (صرف) اس طرف ہے، اللہ کی قسم ہم پر تمہارا خشوع مخفی ہے اور نہ رکوع، ہم تمہیں پس پشت سے دیکھتے ہیں یہ حدیث مبارکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے۔ ﴿صحیح بخاری :۱/۵۹﴾

3: تمہارا گمان ہے کہ تم جو کچھ کرتے ہو، اس میں سے کوئی چیز ہم سے پوشیدہ رہتی ہے؟ ہم پیچھے اسی طرح دیکھتے ہیں جس طرح آگے دیکھتے ہیں ﴿مشکوٰۃ شریف :ص ۷۷﴾

4: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے: کہ رسول اللہ ﷺ اندھیرے میں اسی طرح دیکھتے تھے جس طرح روشنی میں دیکھتے تھے۔ ﴿خصائص کبریٰ:۱/۱۵۱﴾

5: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم تمہارے پیش رو منتظم ہیں اور اللہ کی قسم! ہم اس وقت اپنے حوض کو دیکھ رہے ہیں ﴿بخاری شریف :۱ / ۱۷۹﴾

6: کیا تم وہ سب کچھ دیکھ رہے ہو جو ہم دیکھ رہے ہیں؟ ہم بارش کے قطروں کی جگہوں کی طرح تمہارے گھروں میں فتنوں کے واقع ہونے کی جگہوں کو دیکھ رہے ہیں۔

﴿بخاری شریف :۱ / ۲۵۲﴾

7 : ہر وہ چیز جو ہم نے نہیں دیکھی تھی، یہاں تک کہ جنت اور دوزخ وہ ہم نے اس جگہ دیکھ لی۔ ﴿بخاری شریف :۱/۱۸، ۱۲۶﴾

8 : دنیا اور آخرت کا ہر وہ امر جو ہونے والا ہے ہمارے سامنے پیش کیا گیا، بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے دنیا کو اٹھایا تو ہم دنیا اور اس میں قیامت تک پیدا ہونے

والے امور کو اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے ہم اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہے ہیں۔

﴿کنز العمال: ۱۱/ ۴۲۰، مسند امام احمد: ۱/ ۴﴾

9: بے شک تم ہمارے سامنے اپنے ناموں اور علامتوں کے ذریعے پیش کئے جاتے ہو لہٰذا ہماری بارگاہ میں اچھی طرح درود شریف پیش کیا کرو ﴿کنز العمال: ۱/ ۳۹۸﴾

10 : ہماری زندگی تمہارے لئے بہتر ہے، تم گفتگو کرتے ہو اور تمہارے ساتھ گفتگو کی جاتی ہے، جب ہم رحلت فرما جائیں گے تو ہماری وفات تمہارے لئے بہتر ہوگی، تمہارے اعمال ہمارے سامنے پیش کئے جائیں گے اگر ہم خیر دیکھیں گے تو اللہ تعالیٰ کی حمد کریں گے اور اگر برے عمل دیکھیں گے تو تمہارے لئے دعائے مغفرت کریں گے ﴿کنز العمال: ۱۱/ ۴۰۷﴾

11: جس نے ہمیں خواب میں دیکھا وہ عنقریب ہمیں بیداری میں دیکھے گا اور شیطان ہماری صورت اختیار نہیں کرسکتا۔ ﴿بخاری شریف: ۲/ ۱۰۳۵﴾

ارشادات ائمہ کرام

1: علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک حدیث (الا رد اللہ علیّ روحی) "مگر اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح لوٹا دیتا ہے" کی شرح میں فرماتے ہیں کہ روح کے لوٹانے سے مراد یہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ برزخ میں جن کاموں میں مصروف ہیں ان سے دل اقدس فارغ ہو جائے اور اس شغل سے فراغت حاصل ہو جائے، برزخ میں آپ کے یہ کام ہیں (۱) امت کے اعمال کا ملاحظہ فرمانا (۲) ان کے لئے گناہوں کی مغفرت کی دعا کرنا (۳) ان سے بلا کے دور کرنے کی دعا کرنا (۴) زمین کے مختلف حصوں میں برکت عطا فرمانے کیلئے تشریف لے جانا (۵) امت کے صالحین (اولیاء اللہ) کے جنازہ میں تشریف لے جانا۔

کیونکہ یہ امور برزخ میں آپ کے مشاغل میں سے ہیں، جس طرح اس بارے میں احادیث اور آثار وارد ہوئے ہیں۔﴿الحاوی للفتاوی :۲/۱۵۳﴾

2 : علامہ سید محمود الوسی فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد اس امت کے متعدد کاملین کو بیداری میں آپ کی زیارت اور آپ سے استفادہ کا موقع ملا ہے۔

﴿روح المعانی: ۲۲/ ۳۳﴾

3 : علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: نقل کیے گئے ان اقوال اور احادیث کے مجموع سے ثابت ہو گیا کہ نبی اکرم ﷺ جسم اور روح کے ساتھ زندہ ہیں آپ تصرف فرماتے ہیں اور زمین کے اطراف اور عالم بالا میں جہاں چاہتے ہیں تشریف لے جاتے ہیں﴿الحاوی للفتاوی :۲/۲۶۵﴾

4 : علامہ زرقانی رحمہ اللہ تعالیٰ حدیث شریف کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ان اللہ قدرفع بے شک اللہ تعالیٰ نے ظاہر اور منکشف فرما دیا (الی الدنیا) ہمارے لئے دنیا کو اس طرح کہ جو کچھ اس میں ہے سب کا میں نے احاطہ کیا (فانا انظر الیھا والی ماھو کائن فیھا الی یو م القیامۃ کانما انظر الی کفی ھذہ) (یہ فرمانا کہ ہم پوری دنیا کو ہتھیلی کی طرح دیکھ رہے ہیں) اس میں اشارہ ہے کہ آپ حقیقۃً ملاحظہ فرما رہے تھے، اس احتمال کو ختم کر دیا کہ نظر سے مراد علم ہے۔

﴿زرقانی علی المواھب: ۷/ ۲۰۴﴾

5 : امام ابو عبد اللہ قرطبی نے اپنی کتاب " التـذکرہ "میں ایک باب قائم کیا ہے ان احادیث کا باب جوامت کے بارے میں حضور نبی اکرم ﷺ کی گواہی کے بارے میں وارد ہیں ابن مبارک فرماتے ہیں: کہ ہمیں ایک انصاری مرد نے منہال ابن عمرو نے خبر دی انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ تعالیٰ کو فرماتے ہوئے

سنا: کہ ہر دن صبح شام نبی اکرم ﷺ کے سامنے آپ کی امت پیش کی جاتی ہے تو آپ انہیں ان کی علامت اور اعمال کی بناء پر پہچانتے ہیں، اس لئے ان کے بارے میں گواہی دیں گے اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

کیا حال ہوگا؟ جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور (اے حبیب! ﷺ) ہم آپ کو ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے۔

﴿النساء: ٤ / ٤١﴾ ﴿التذکرة: ص ٢٥٦﴾

6 : امام ابو السعود آیت کریمہ یا ایھا النبی انا ارسلناك شاهداً کی تفسیر میں فرماتے ہیں: کہ اے نبی! ﷺ ہم نے آپ کو ان لوگوں پر گواہ بنا کر بھیجا جن کی طرف آپ بھیجے گئے ہیں آپ ان کے حالات کی نگرانی کرتے ہیں، ان کے اعمال کا مشاہدہ کرتے ہیں، ان سے صادر ہونے والی تصدیق وتکذیب اور ہدایت وگمراہی پر گواہ بنتے ہیں اور قیامت کے دن یہ گواہی ادا کریں گے جو مقبول ہوگی، خواہ ان لوگوں کے موافق ہو یا مخالف۔ ﴿تفسیر ابو السعود: ٧/ ١٠٧﴾

7 : اسی طرح علامہ سلیمان جمل اور علامہ سید محمود الوسی نے تفسیر کی۔

﴿فتوحات الهیه: ٣/ ٤٤٢. روح المعانی: ٢٢ / ٤٢﴾

8 : آپ تمام مخلوق پر گواہی دیں گے۔ ﴿تفسیر لباب التأویل: ٥/ ٦ ٢٦﴾

9: علامہ سید محمود الوسی فرماتے ہیں: بعض سادات صوفیہ نے اس طرف اشارہ فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم ﷺ کو بندوں کے اعمال پر آگاہ فرمایا، پس آپ نے انہیں دیکھا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آپ پر شاہد کا اطلاق فرمایا، مولانا رومی قدس سرہ اپنی مثنوی میں فرماتے ہیں:

در نظر بودش مقامات العباد — زاں سبب نامش خدا شاہد نہاد

بندوں کے مقامات آپ کی نظر میں تھے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام شاہد رکھا۔ ﴿روح المعانی: ۲۲/۴۲، ۴۳﴾

10: امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان (شاھداً) میں کئی احتمال ہیں ایک یہ کہ حضور نبی اکرم ﷺ قیامت کے دن مخلوق کے بارے میں گواہی دیں گے، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (ویکون الرسول علیکم شھیداً) اور رسول تم پر گواہ ہوں گے، اس بناء پر نبی اکرم ﷺ گواہ بنا کر بھیجے گئے ہیں یعنی اپنے ذمہ گواہی لینے والے بنا کر اور آخرت میں گواہ ہوں گے یعنی جو گواہی اپنے ذمہ لی تھی اسے ادا کریں گے۔ ﴿تفسیر کبیر: ۲۵/ ۲۱۶﴾

11: علامہ اسمٰعیل حقی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے امت پر گواہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ دین پر عمل پیرا ہونے والے ہر شخص کے رتبے، اس کی دینداری کی حقیقت اور اس پردے کو جانتے ہیں جس کی وجہ سے وہ کمال دین سے روکا ہوا ہے، پس آپ امتیوں کے گناہوں، ان کے ایمان اور اعمال کی حقیقت ان کی نیکیوں اور برائیوں، ان کے اخلاص اور نفاق وغیرہ کو اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے نور سے جانتے ہیں۔ ﴿روح البیان: ۱۰/ ۲۴۸﴾

12: علامہ ابن الحاج رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کی وفات اور حیات میں اس معاملے میں فرق نہیں ہے کہ آپ اپنی امت کا مشاہدہ فرماتے ہیں، ان کے احوال، نیتوں عزائم اور خیالات کو جانتے ہیں اور یہ سب آپ کے سامنے ظاہر ہے اس میں کچھ خفا نہیں۔ ﴿المدخل: ۱/ ۳۵۲﴾

13: اسی طرح علامہ قسطلانی شارح بخاری نے فرمایا۔

﴿زرقانی علی المواھب: ۸/ ۳۴۸﴾

14 : امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۵۰۲ھ) فرماتے ہیں:

شہود اور شہادت کا معنی مشاہدہ کے ساتھ حاضر ہونا ہے، مشاہدہ آنکھ سے ہو یا بصیرت سے، شہادت اس قول کو کہتے ہیں جو آنکھ یا بصیرت کے مشاہدے سے حاصل ہونے والے علم کی بناء پر صادر ہو، رہا شہید، تو وہ گواہ اور شے کا مشاہدہ کرنے والے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں یہی معنی ہے (جس کا ترجمہ ہے) کیا حال ہوگا؟ جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان سب پر گواہ لائیں گے۔ ﴿المفردات: ص ۲۶۹، ۲۷۰﴾

15 : امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

شہادت، مشاہدہ اور شہود کا معنی دیکھنا ہے، جب تم کسی چیز کو دیکھو تو کہتے ہو شاھدت کذا (میں نے فلاں چیز دیکھی) چونکہ آنکھ کے دیکھنے اور دل کے پہچاننے میں شدید مناسبت ہے، اس لئے دل کی معرفت اور پہچان کو بھی مشاہدہ اور شہود کہا جاتا ہے ﴿تفسیر کبیر: ٤/ ١١٣﴾

16 : امام ابو القاسم قشیری رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۴۶۵ھ) فرماتے ہیں:

"ومعنى الشاهد الحاضر فكل ما هو حاضر قلبك فهو شاهدك"

شاہد کا معنی حاضر ہے، پس جو تیرے دل میں حاضر رہے وہ تیرا شاہد ہے۔

17 : علامہ سید محمود آلوسی آیت مبارکہ "اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ" کی تفسیر میں فرماتے ہیں، نبی ان کی جانوں کی نسبت زیادہ حق رکھتے ہیں اور ان کے زیادہ قریب ہیں۔ ﴿روح المعانی: ۲۱/ ۱۵۱﴾

18 : شیخ محقق امام اہل سنت شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "پیغمبر مومنوں کے ان کی ذوات سے بھی زیادہ قریب ہیں"۔ ﴿مدارج النبوۃ: ۱/ ۸۱﴾

19 : دیوبندی مکتب فکر کے امام محمد قاسم نانوتوی کہتے ہیں:

"اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ" کا معنی یہ ہے کہ نبی مومنوں کے ان کی روحوں سے بھی زیادہ قریب ہیں یعنی ان کی روحیں اتنی قریب نہیں ہیں جتنی کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے قریب ہیں، اسی لئے کہ اولیٰ کا اصل معنی اقرب ہی ہے۔

﴿آب حیات: ص/۷۳﴾

20 : علامہ عبدالحلیم لکھنوی فرماتے ہیں:

کہ گویا حقیقت محمدیہ ہر وجود میں جاری وساری اور ہر بندے کے باطن میں حاضر ہے، اس حالت کا کامل طور پر انکشاف نماز کی حالت میں ہوتا ہے، لہذا محل خطاب حاصل ہو گیا۔ ﴿السعایہ: ۲/۲۲۸﴾

21 : شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

حضور نبی اکرم ﷺ ہمیشہ تمام احوال واوقات میں مومنوں کے پیش نظر اور عبادت گزاروں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں خصوصاً عبادت کی حالت میں اور بالخصوص اس کے آخر میں کیونکہ ان احوال میں نورانیت اور وجود کا انکشاف بہت زیادہ اور نہایت قوی ہوتا ہے۔ ﴿اشعۃ اللمعات: ۱/۴۰۱﴾

22 : علامہ نورالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

بعض عارفوں نے فرمایا: کہ یہ خطاب اس بناء پر ہے کہ حقیقت محمدیہ ﷺ موجودات کے ذروں اور افراد ممکنات میں جاری وساری ہے، پس آنحضرت ﷺ نمازیوں کی ذات میں موجود اور حاضر ہیں، لہذا نمازی کو چاہیے کہ اس حقیقت سے آگاہ رہے اور حضور نبی اکرم ﷺ کے حاضر ہونے سے غافل نہ رہے، تاکہ قرب کے انوار اور معرفت کے اسرار سے منور اور فیض یاب ہو۔

﴿تیسیر القاری شرح صحیح بخاری : ۱ / ۱۷۳، ۱۷۲﴾

لطف کی بات یہ ہے کہ غیر مقلدین کے امام اور پیشوا، نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے " مسک الختام، شرح بلوغ المرام "(ج/ ۱ :ص/ ۲۴۴) میں بعینہ یہی عبارت درج کی ہے۔

23 : حضرت علامہ ملا علی قاری" شرح مشکوۃ" میں فرماتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمانا: کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی حیات ظاہرہ میں " السلام علیک ایها النبی " پڑھا کرتے تھے جب آپ کا وصال ہوگیا، تو ہم " السلام علی النبی " کہتے تھے، یہ امام ابوعوانہ کی روایت ہے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت اس سے زیادہ صحیح ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ نہیں ہیں بلکہ ان کے شاگرد راوی نے جو کچھ سمجھا وہ بیان کیا۔

امام بخاری کی روایت میں ہے فلما قبض قلنا السلام یعنی علی النبی جب حضور نبی اکرم ﷺ کا وصال ہوگیا، تو ہم نے کہا السلام یعنی نبی اکرم ﷺ پر (لفظ " یعنی " بتا رہا ہے کہ بعد میں کسی نے وضاحت کی ہے۔۱۲ قادری) اس قول میں دو احتمال ہیں: (1) یہ کہ جس طرح نبی اکرم ﷺ کی ظاہری حیات میں بصیغۂ خطاب سلام عرض کیا کرتے تھے، اسی طرح وصال کے بعد بھی کہتے رہے۔ (2) ہم نے خطاب چھوڑ دیا تھا، جب لفظوں میں متعدد احتمال ہیں، تو (قطعی) دلالت نہ رہی، اسی طرح علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ ﴿المرقاۃ : ۲/ ۳۳۲﴾

24 : علامہ عبدالحی لکھنوی (م ۱۳۰۴ھ) علامہ قسطلانی کے حوالے سے اس روایت کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

یہ روایت دوسری روایات کے مخالف ہے جن میں یہ کلمات نہیں ہیں دوسری بات یہ ہے کہ یہ تبدیلی نبی اکرم ﷺ کی تعلیم کی بناء پر نہیں ہے کیونکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہم نے کہا: السلام علی۔ ﴿السعایہ: ۲۲۸/۲۱﴾

25 : امام علی نور الدین صاحب سیرت حلبیہ (م ۱۰۴۴ھ) فرماتے ہیں:

دو فرشتے قبر والے کو کہتے ہیں ماکنت تقول فی هذا الرجل ؟ کہ تو اس شخصیت کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ اور اسم اشارہ کا اصل اور حقیقی معنی یہ ہے کہ اس کے ساتھ صرف حاضر کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے، بعض علماء کا یہ کہنا کہ ممکن ہے نبی اکرم ﷺ ذہناً حاضر ہوں، تو اس جگہ گنجائش نہیں ہے کیونکہ ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ وہ کونسی چیز ہے جس نے تمہیں حقیقت کے چھوڑنے اور مجاز کے اختیار کرنے پر مجبور کیا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ اپنے جسم شریف (شخص کریم) کے ساتھ حاضر ہوں۔ ﴿جواهر البحار: ۱۶/۲﴾

26: امام قرطبی (م ۶۷۱ھ) چند احادیث کی طرف اشارہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

مجموعی طور پر ان احادیث کے پیش نظر یہ بات یقینی ہے کہ انبیاء کرام کی وفات کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہم سے غائب کر دیئے گئے ہیں اور ہم ان کا ادراک نہیں کرتے اگر چہ وہ زندہ موجود ہیں یہی حال فرشتوں کا ہے کیونکہ وہ زندہ اور موجود ہیں لیکن ہم میں سے کوئی انہیں نہیں دیکھتا سوائے اولیاء کرام کے جنہیں اللہ تعالیٰ اس کرامت کے ساتھ خاص کرتا ہے۔

27 : امام نووی" شارح مسلم "فرماتے ہیں:

س: انبیاء کرام حج کیسے کرتے ہیں اور تلبیہ کیسے کہتے ہیں؟ حالانکہ وہ وصال فرما چکے ہیں اور دار آخرت میں ہیں جبکہ دار آخرت دار عمل نہیں ہے؟

ج : مشائخ محدثین اور ہمارے سامنے اس کے کئی جواب آئے ہیں، ایک یہ ہے کہ انبیاء کرام شہداء کی طرح زندہ ہیں بلکہ ان سے افضل ہیں شہداء اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں اس لئے بعید نہیں ہے کہ انبیاء کرام حج کریں اور نماز پڑھیں جیسے کہ ایک دوسری حدیث میں وارد ہے اور یہ بھی بعید نہیں کہ اپنی طاقت کے مطابق اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کریں کیونکہ وہ اگرچہ وصال فرما چکے ہے تاہم وہ اسی دنیا میں ہیں جوکہ دارالعمل ہے یہاں تک کہ جب دنیا کی مدت ختم ہوجائے گی اور اس کے بعد دارآخرت آئے گا جوکہ دارالجزاء ہے تو عمل منقطع ہوجائے گا۔

﴿شرح مسلم :بیروت ، ۲ /۲۲۸﴾

28 : علامہ سیوطی فرماتے ہیں: کہ قاضی ابوبکر ابن عربی نے تفصیل بیان کی ہے کہ:

حضور نبی اکرم ﷺ کا دیدار صفت معلومہ کے ساتھ ہو تو یہ حقیقی ادراک ہے اور اگر اس سے مختلف صفت کے ساتھ ہو تو یہ مثال کا ادراک ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: یہ بہت عمدہ بات ہے آپ کی ذات اقدس کا روح اور جسم کے ساتھ دیدار محال نہیں ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ اور باقی انبیاء کرام زندہ ہیں، وصال کے بعد ان کی روحیں لوٹا دی گئی ہیں انہیں قبروں سے نکلنے اور علوی اور سفلی جہان میں تصرف کی اجازت دی گئی ہے، امام بیہقی نے حیات انبیاء کے موضوع پر ایک رسالہ لکھا ہے۔

﴿الحاوی للفتاوی : ۲ / ۲۶۳﴾

29 : حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یہ حالت ایک مدت تک رہی، پھر اتفاقاً ایک ولی کے مزار شریف کے پاس سے گزرنے کا اتفاق ہوا، اس معاملے میں اس صاحب مزار بزرگ کو میں نے اپنا

مددگار بنایا (ان سے مدد طلب کی) اللہ تعالیٰ کی مدد شامل ہوگئی اور معاملے کی حقیقت پوری طرح منکشف کردی، حضرت خاتم المرسلین رحمۃ للعالمین ﷺ کی روح انور رونق افروز ہوئی اور میرے غمگین دل کو تسلی دی۔

﴿مکتوبات امام ربانی: دفتر اول مکتوب / ۲۲۰﴾

30 : دیوبندی مکتب فکر کے شیخ الحدیث محمد انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

میرے نزدیک بیداری میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت ممکن ہے جسے اللہ تعالیٰ یہ سعادت عطا فرمائے، جیسے کہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ انہیں بائیس مرتبہ سرکار دو عالم ﷺ کی زیارت ہوئی اور انہوں نے آپ سے کئی حدیثوں کے بارے میں دریافت کیا اور آپ کے صحیح قرار دینے پر ان احادیث کو صحیح قرار دیا۔

یہ بھی ان ہی کا بیان ہے کہ علامہ عبد الوہاب شعرانی نے لکھا ہے کہ انہیں حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی انہوں نے آٹھ ساتھیوں کے ساتھ آپ سے بخاری شریف پڑھی ان کے نام بھی گنوائے ان میں سے ایک حنفی تھا انہوں نے وہ دعا لکھی جو ختم بخاری کے موقع پر فرمائی "**فالرویة یقظة متحققة وانکار ھا جھل**"

(ترجمہ) بحالت بیداری زیارت متحقق ہے اور اس کا انکار جہالت ہے۔

31 : حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

جب مدینہ منورہ میں داخل ہوا نبی اکرم ﷺ کے روضۂ مقدسہ کی زیارت کی تو آپ کی روح انور کو ظاہر و عیاں دیکھا تو فقط عالم ارواح میں نہیں بلکہ حواس کے قریب عالم مثال میں، تب مجھے معلوم ہوا کہ عوام الناس جو نمازوں میں نبی اکرم ﷺ کے حاضر ہونے لوگوں کو امامت کرانے کا ذکر کرتے ہیں اس کی بنیاد یہی نکتہ ہے۔

﴿فیوض الحرمین: ص / ۸۲﴾

32: علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ رسالہ مبارکہ "تنویر الحلك فی امکان رؤیة النبی و الملك" میں متعدد احادیث وآثار نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

ان نقول اور احادیث کے مجموع سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ نبی اکرم ﷺ اپنے جسم اور روح مبارک کے ساتھ زندہ ہیں اور اطراف زمین اور ملکوت اعلیٰ میں جہاں چاہتے ہیں، تصرف اور سیر فرماتے ہیں اور حضور نبی اکرم ﷺ اسی حالت مقدسہ میں ہیں جس پر وصال سے پہلے تھے، آپ کی کوئی چیز تبدیل نہیں ہوئی۔

بے شک حضور نبی اکرم ﷺ ظاہر آنکھوں سے غائب کر دیئے گئے ہیں، جس طرح فرشتے غائب کر دیئے گئے ہیں، حالانکہ وہ اپنے جسموں کیساتھ زندہ ہیں جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت کا اعزاز عطا فرمانا چاہتا ہے تو اس سے حجاب دور کر دیتا ہے اور وہ بندہ نبی اکرم ﷺ کو اسی حالت میں دیکھ لیتا ہے جس پر آپ واقع میں ہیں، اس دیدار سے کوئی چیز مانع نہیں ہے اور مثال کے دیدار کی تخصیص کا بھی کوئی امر داعی نہیں ہے۔ ﴿الحاوی للفتاوی: ۲/ ۲٦٥﴾

33 : علامہ سید محمود الوسی بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی یہ عبارت لفظ بلفظ نقل کی ہے اور اسے برقرار رکھا ہے۔ ﴿روح المعانی : ۲۲/ ۳٤﴾

34 : حضرت عمرو بن دینار جلیل القدر تابعی اور محدثین کے امام، حضرت ابن عباس ابن عمر اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں، امام شعبہ سفیان بن عیینہ اور سفیان ثوری ایسے عظیم محدث ان کے شاگرد ہیں، وہ فرماتے ہیں جب گھر میں کوئی شخص نہ ہو تو کہو "السلام علی النبی ورحمة الله وبرکاته"

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ اس ارشاد کی شرح میں فرماتے ہیں: اس لئے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی روح انور مسلمانوں کے گھروں میں حاضر ہے۔

﴿شرح شفا: ۲/ ٤٦٤﴾

35: حضرت ملا علی قاری، امام بیہقی کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ انبیاء کرام کا متعدد مقامات پر تشریف لے جانا عقلاً جائز ہے، جیسے کہ اس کے بارے میں سچی خبر وارد ہے

﴿ المرقاۃ: ۳/۲۴۱﴾

36: امام علامہ شیخ علی نور الدین حلبی صاحب سیرت حلبیہ (م۱۰۴۴ھ) نے ایک رسالہ لکھا ہے تعریف اھل الاسلام والایمان بان محمداً ﷺ لایخلو منہ مکان ولا زمان (اہل اسلام وایمان کو بتایا گیا ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ سے کوئی زمانہ اور کوئی جگہ خالی نہیں ہے) ہر جگہ آپ کی جلوہ گری ہے، یہ رسالہ امام یوسف بن اسماعیل نبہانی نے جواھر البحار میں نقل کردیا ہے۔

﴿جواھر البحار: جلد۲ ص ۱۱۱ / ۱۲۵﴾

37: حضرت مولانا حاجی محمد امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ جو مولوی رشید احمد گنگوہی وغیرہ علماء دیوبند کے بھی پیر ومرشد ہیں، فرماتے ہیں:

البتہ وقت قیام کے اعتقاد تولد کا نہ کرنا چاہیے، اگر احتمال تشریف آوری کا کیا جاوے مضائقہ نہیں، کیونکہ عالم خلق مقید بزمان ومکان ہے، لیکن عالم امر دونوں سے پاک ہے، پس قدم رنجہ فرمانا ذات بابرکات کا بعید نہیں ﴿شمائم امدادیہ: ص ۹۳﴾

38: غیر مقلدین کے امام نواب وحید الزمان، صحاح ستہ کے مترجم کہتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ بیان سابق سے وہ شبہ دور ہو جاتا ہے جسے کم فہم لوگ پیش کرتے ہیں وہ یہ کہ صالحین کی قبروں کی زیارت کرکے ان کی روحوں سے فیوض وبرکات، دل کی ٹھنڈک اور انوار کس طرح حاصل کئے جاسکتے ہیں؟ جبکہ ان کی روحیں اعلیٰ علیین میں ہیں؟ جواب یہ ہے کہ روح از قبیل اجسام نہیں ہے اجسام کی یہ صفت ہے کہ جب وہ ایک مکان میں ہوں، تو دوسرے مکان میں موجود نہیں ہوسکتے (بخلاف روح کے کہ وہ دو

مکانوں میں موجود ہو سکتی ہے) تو اس کی تیز رفتاری کی بناء پر اس کے لئے آسمان کی
طرف چڑھنا اور پھر وہاں سے اترنا اور زائر کی طرف متوجہ ہونا پلک جھپکنے کی بات ہے
اس پر اللہ تعالیٰ کا فرمان گواہ ہے: **فاطلع فرأه فی سواء الجحیم۔**

﴿هدية المهدی :ص / ٦٢﴾

اس کے بعد انہوں نے واضح الفاظ میں کہا کہ جس روح کے لئے آسمان ہو
وہ ایک وقت میں دو جگہ ہو سکتی ہے۔﴿ایضاً﴾

علم غیب

حضور نبی اکرم ﷺ کو علم غیب عطا ہوا؟

س : کیا حضور نبی اکرم ﷺ غیب پر آگاہ تھے؟

ج: ہاں! بے شک اللہ تعالیٰ اپنے محبوب اور انبیاء کو ان غیبوں پر آگاہی عطا فرماتا ہے جن پر کسی دوسرے کو آگاہ نہیں فرماتا۔

س : اس کی کیا دلیل ہے؟

ج : اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کے یہ ارشادات ہیں:

1 : اللہ تعالیٰ کی شان نہیں کہ تمہیں غیب پر آگاہ کر دے، ہاں! اللہ تعالیٰ جسے چاہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ ﴿آل عمران : ۳/ ۱۷۹﴾

2: وہی (ذاتی طور) پر ہر غیب کا جاننے والا ہے، تو وہ اپنے غیب خاص پر اپنے پسندیدہ رسولوں کے علاوہ کسی کو (کامل) اطلاع نہیں دیتا۔ ﴿الجن : ۷۲/ ۲٦﴾

3: اے نبی اکرم ﷺ! یہ غیب کی خبریں ہیں، جنہیں ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں ﴿ہود : ۱۱ / ٤۹﴾

4 : اور یہ نبی غیب کی خبر دینے میں بخیل نہیں ہیں۔ ﴿التکویر: ۸۱/ ۲٤﴾

5 : اور آپ کو وہ کچھ (علوم غیبیہ اور احکام شرعیہ) سکھایا جسے آپ (از خود) نہیں جان سکتے تھے۔ ﴿النساء : ٤/ ۱۱۳﴾

6 : ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے۔ ﴿النحل:۱٦/۸۹﴾

7 : ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھا نہ رکھا (یعنی جملہ علوم اور تمام ما کان وما یکون کا اس میں بیان ہے۔ ﴿الانعام : ٦/ ۳۸﴾

8: اور ہر چیز کی تفصیل (توراۃ کی تختیوں میں) لکھ دی۔ ﴿الاعراف : ۷/ ۱٤۵﴾

احادیث مبارکہ

1: طارق ابن شہاب روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: کہ نبی اکرم ﷺ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے تو ہمیں مخلوق کی ابتداء سے لے کر جنتیوں کے جنت اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے کی خبر دی، اسے جس نے یاد رکھا سو یاد رکھا، جو بھول گیا سو بھول گیا۔

﴿صحیح بخاری: ۱/ ۴۵۳﴾

2 : ہمارے سامنے دنیا اور آخرت میں ہونے والے تمام امور پیش کیے گئے۔

﴿مسند امام احمد بن حنبل : ۱/ ۴﴾

3: پس آپ نے ہمیں گزشتہ اور آنے والے تمام واقعات کی خبر دی، پس ہم میں سب سے زیادہ بڑا عالم وہ ہے جو زیادہ حافظے والا ہے۔ ﴿مسلم شریف : ۲/ ۳۹۰﴾

4 : بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے زمین کو سمیٹ دیا ہے، یہاں تک کہ ہم نے اس کے مشرقی اور مغربی حصوں کو دیکھ لیا۔ ﴿مسلم شریف : ۲/ ۳۹۰﴾

5 : تو ہمارے لئے ہر چیز منکشف ہوگئی اور ہم نے پہچان لی۔

﴿ترمذی شریف : ۲/ ۱۵۶، مسند امام احمد ۵/ ۲۴۳﴾

6 : امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے، میں نے امام محمد ابن اسماعیل بخاری سے اسی حدیث کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یہ صحیح ہے، رحمہم اللہ تعالیٰ۔

﴿ترمذی شریف: ۲/ ۱۵۶﴾

7: علامہ قسطلانی فرماتے ہیں: کہ امام طبرانی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے دنیا کو بلند کیا، پس ہم دنیا اور اس میں

قیامت تک ہونے والے واقعات کواس طرح دیکھ رہے ہیں کہ ہم اپنی اس ہتھیلی کو دیکھتے ہیں"۔ ﴿مواهب اللدنيه :٣/٥٥٩﴾

اسی حدیث کوحضرت علاء الدین علی متقی نے اسی طرح بیان کیا:

بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے دنیا کو بلند کیا تو ہم اس دنیا اور دنیا میں قیامت تک ہونے والی چیزوں کواس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے کہ ہم اپنی اس ہتھیلی کو دیکھتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے نبی ﷺ کے لئے کشف تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے پہلے انبیاء کیلئے منکشف فرمایا۔

﴿کنزالعمال: ١١ / ٣٧٨ ، ٤٢٠﴾

8 : رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابھی اس دیوار کی چواڑئی میں ہمارے سامنے جنت اور دوزخ کو پیش کیا گیا، تو خیر وشر میں ہم نے آج جیسا کوئی دن نہیں دیکھا، اور اگر تم وہ کچھ جانو جو ہم جانتے ہیں تو تم کم ہنسو گے اور زیادہ روؤ گے۔

﴿صحيح مسلم :٢/ ٢٦٣، كنزالعمال : ١١ /٤٠٨﴾

9 : حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تم گمان کرتے ہو کہ ہماری توجہ اس جانب ہے اللہ کی قسم ہم پر تمہارا خشوع اور رکوع مخفی نہیں ہے، ہم تمہیں پس پشت بھی دیکھتے ہیں۔

﴿بخاری شریف: ١ /٥٩﴾

10 : رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ ہم تمہیں اپنے پیچھے دیکھتے ہیں جیسے کہ ہم تمہیں (اپنے آگے) دیکھتے ہیں۔ ﴿بخاری شریف : ٥٩/١﴾

11 : رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ یہ فلاں کے گرنے کی جگہ ہے اور اپنا ہاتھ اس جگہ اور اس جگہ رکھتے تھے، راوی کہتے ہیں: کہ وہ شخص رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ کی جگہ سے نہیں ہٹا۔ ﴿مسلم شریف : ٢/ ١٠٢﴾

ائمہ دین کے ارشادات

1 : علامہ سید محمود الوسی فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ اس وقت تک دنیا سے تشریف نہیں لے گئے جب تک کہ آپ کو ہر چیز کا علم حاصل نہیں ہو گیا جس کا علم ممکن ہے۔

﴿روح المعانی : ۱۵ / ۱۴۲﴾

2 : اپنے زمانہ کے غوث سید عبدالعزیز دباغ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

حضور نبی اکرم ﷺ پر پانچ اشیاء کا معاملہ کیسے مخفی رہ سکتا ہے جبکہ آپ کی امت شریفہ میں سے کسی صاحب تصرف کے لئے ان پانچ چیزوں کی معرفت کے بغیر تصرف ممکن نہیں۔ ﴿الابریز: ص/۲۸۳﴾

3 : علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

بعض علماء کرام اس طرف گئے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کو پانچ چیزوں کا بھی علم دیا گیا ہے، نیز! قیامت اور روح کا بھی علم دیا گیا ہے، اور آپ کو اس کے مخفی رکھنے کا حکم دیا گیا۔ ﴿خصائص کبری :۲/۱۹۵﴾

4 : علامہ محمد عبدالرؤف مناوی فرماتے ہیں:

" خمس لایعلمهن الا الله" پانچ چیزوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اس کا مطلب ہے کہ ان کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا، اور اس طرح نہیں جان سکتا کہ اس کا علم ہر کلی اور جزی کو شامل ہو، لہٰذا یہ حدیث اس بات کے منافی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض خواص کو غیب کی بہت سی چیزوں، یہاں تک کہ ان پانچ اشیاء پر آگاہ فرمادے، کیونکہ یہ چند جزئیات ہیں اور معتزلہ کا انکار سوائے سینہ زوری کے کچھ نہیں۔

﴿فیض القدیر:۳/ ۴۵۸﴾

5 : علامہ شہاب الدین خفاجی ابن عطاء اللہ (مصنف: لطائف المنن) کے حوالے سے فرماتے ہیں:

بندہ اللہ تعالیٰ کے نور سے اس کے غیبوں میں سے کسی غیب پر مطلع ہوتا ہے اور کوئی بعید امر نہیں ہے، اس کی دلیل یہ حدیث ہے: مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے، اس حدیث قدسی کا مطلب یہ ہے کہ میں اس کی بینائی ہو جاتا ہوں، جس کے ساتھ وہ دیکھتا ہے، تو اللہ تعالیٰ جس کی بینائی ہو جائے اس کا اللہ تعالیٰ کے کسی غیب پر مطلع ہو جانا کچھ بعید نہیں ہے ﴿نسیم الریاض: ۳/ ۱۵۰﴾

6 : پاک و ہند میں غیر مقلدین کے معتمد اور مستند قاضی شوکانی اللہ تعالیٰ کے ارشاد "فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَداً" کی تفسیر میں کہتے ہیں:

س : قرآن پاک کی اس دلیل سے ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے پسندیدہ رسولوں پر جس غیب کو چاہتا ہے ظاہر فرما دیتا ہے، تو کیا جس رسول پر اللہ تعالیٰ نے جو غیب چاہا ظاہر فرما دیا، جائز ہے کہ وہ اس غیب کی خبر اپنی امت کے بعض افراد کو دے دیں؟

ج : ہاں! اس میں رکاوٹ نہیں ہے، اس سلسلے میں نبی اکرم ﷺ کی اتنی احادیث وارد ہیں جو سنت مطہرہ کے عالم سے مخفی نہیں ہیں (اس کے بعد متعدد احادیث بیان کیں جن میں نبی اکرم ﷺ نے امور غیبیہ کی خبر دی ہے) ﴿فتح القدیر: ۵/ ۳۱۲﴾

7 : علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: نبی کی ایک صفت ہوتی ہے جس کے ذریعے وہ آئندہ ہونے والے غیبی امور کا ادراک کرتے ہیں اور لوح محفوظ کے مندرجات کا مطالعہ کرتے ہیں۔ ﴿فتح الباری: ۱۶/ ۲۱﴾

8 : حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

نبی کے لئے ایک صفت ہوتی ہے، جس کے ذریعے وہ بیداری یا خواب میں ہونے والی غیبی چیزیں جان لیتے ہیں، اس صفت کے ذریعے وہ لوح محفوظ کا مطالعہ کرتے ہیں، لہٰذا وہ اس میں غیبی امور کو دیکھ لیتے ہیں ﴿احیاء العلوم: ۴/ ۱۹۴﴾

9 : حضرت قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اسی سلسلے سے وہ غیبی اور آئندہ ہونے والی اشیاء ہیں جن پر نبی اکرم ﷺ کو اطلاع دی گئی، اس بارے میں احادیث اتنی کثیر ہیں کہ انہیں بحر بے کراں کہا جا سکتا ہے ﴿شفاء شریف : ۱ / ۲۸۲﴾

10 : فضیلۃ الشیخ سید یوسف بن سید ھاشم رفاعی مدظلہ العالی نے فرمایا: یہ آیت کریمہ "قل لایعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ" آپ فرمادیجئے آسمانوں اور زمین میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا۔ ﴿النمل: ۲۷ / ۶۵﴾

اور دوسری آیت جس میں رسولان گرامی کے لئے علم غیب ثابت کیا ہے جس میں کسی شبہے کی کوئی گنجائش نہیں ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"الا من ارتضیٰ من رسول" ﴿الجن: ۷۲ / ۲۷﴾

یہ تمام آیات برحق ہیں، ان پر ایمان لانا واجب ہے جو ان میں سے کسی آیت کا بھی انکار کرے، وہ قرآن پاک کا منکر ہے، لہذا جو سرے سے نفی کرتا ہے اور کسی طرح بھی علم غیب ثابت نہیں کرتا، وہ آیات اثبات کا منکر ہے اور جو مطلقاً ثابت کرتا ہے اور کسی طرح بھی نفی نہیں کرتا وہ آیات نفی کا منکر ہے اور مومن وہ ہے جو تمام آیات کو مانتا ہے اور ایسا رویہ اختیار نہیں کرتا کہ بعض کو مانے اور بعض کو نہ مانے۔

﴿اسلامی عقائد: ص ۸۷﴾

انگوٹھے چومنا

س : اذان میں نبی اکرم ﷺ کا اسم گرامی سن کر انگوٹھے چومنے کا کیا حکم ہے؟

ج: حضور نبی اکرم ﷺ کا اسم مبارک سن کر انگوٹھے چومنا جائز اور مستحب ہے اس سے منع نہیں کیا جائے گا، کیونکہ یہ رسول اکرم ﷺ کی محبت کی دلیل ہے، انگوٹھے چومنا واجب نہیں بلکہ مستحب اور محبوب عمل ہے۔

س : اس کی دلیل کیا ہے؟

ج: علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ تعالیٰ ردالمحتار باب الاذان میں فرماتے ہیں پہلی شہادت کے سننے کے وقت یہ کہنا مستحب ہے صلی اللہ علیك یا رسول اللہ ! اور دوسری شہادت کے وقت انگوٹھوں کے ناخن آنکھوں پر رکھ کر یہ کہنا مستحب ہے قرۃ عینی بك یا رسول اللہ ﷺ (یارسول اللہ! آپ کی بدولت میری آنکھیں ٹھنڈی ہیں) پھر کہے اللھم متعنی بالسمع و البصر (اے اللہ! مجھے کانوں اور آنکھوں سے نفع عطا فرما) (ایسا کرنے والے کے لئے) حضور نبی اکرم ﷺ جنت میں جانے کی قیادت فرمائیں گے اسی طرح کنزالعباد میں ہے۔

﴿ ردالمحتار باب الاذان: ۱ /۲۶۷﴾

امام دیلمی نے "الفردوس" میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث بیان کی جب انہوں نے مؤذن کو یہ کہتے ہوئے سنا:

"اشھد ان محمداً رسول اللہ" تو انہوں نے یہی کلمات کہے شہادت کی دونوں انگلیوں کے پوروں کے پیٹ کو بوسہ دیا اور انہیں آنکھوں سے لگایا نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے وہ کام کیا جو ہمارے خلیل نے کیا ہے تو اس پر ہماری شفاعت نازل ہوگئی اس حدیث کو امام سخاوی نے دیلمی کے حوالہ سے بیان کیا۔

﴿المقاصدالحسنة عن الدیلمی: ۳۸٤(۱۰۲۱)﴾

صلوٰۃ وسلام اذان سے پہلے اور بعد

س : کیا اذان سے پہلے یا بعد صلوۃ وسلام جائز ہے؟

ج: صرف جائز ہی نہیں بلکہ یہ امر محبوب بھی ہے، کیونکہ اذان کا معنی اطلاع دینا اور لوگوں کو نماز کی طرف بلانے کیلئے اعلان ہے، نماز خود صلوۃ وسلام پر مشتمل ہے جب

نماز میں صلوٰۃ وسلام جائز ہے تو نماز سے باہر کون سی چیز رکاوٹ ہے؟ صلوٰۃ وسلام کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں، بلکہ دن رات کی ہر ساعت میں مستحب ہے، جس طرح ہمارے رب کریم نے ہمیں اس آیت کریمہ میں حکم دیا ہے:

"ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی یاایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما" ﴿۳۳/۵۶﴾

بے شک اللہ تعالیٰ اور فرشتے اس نبی پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

جب یہ درود وسلام کا تحفہ فرض نماز میں جائز ہے تو نماز سے باہر کیسے ناجائز ہوگا؟ امام ترمذی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں: کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ میں آپ پر بکثرت درود شریف بھیجتا ہوں، پس کتنا وقت آپ پر درود بھیجوں؟ فرمایا: جتنا وقت تم چاہو، میں نے عرض کیا: درود کیلئے مقرر وقت کا چوتھائی حصہ؟ فرمایا: جتنا تم چاہو اور اگر زیادہ کرو تو بہتر ہے، میں نے عرض کیا دو تہائی حصہ؟ فرمایا: جتنا تم چاہو، اور اگر زیادہ کرو تو بہتر ہے میں نے عرض کیا میں تمام وقت آپ پر درود بھیجوں گا، فرمایا: تب تمہارا غم دور کیا جائے گا اور تمہارے ذنب کی مغفرت کی جائے گی۔

﴿جامع الترمذی: ابواب صفة القیامة ۲/ ۶۸﴾

دیکھئے حضور نبی اکرم ﷺ نے کس طرح بکثرت درود شریف پیش کرنے کا مطالبہ فرمایا، یہاں تک کہ فراغت کے تمام اوقات میں درود شریف پیش کرنے کے عمل کو پسند فرمایا اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بشارت دی کہ یہ عمل مبارک ان کے غموں اور آلام کے ازالہ کا سبب ہوگا، نیز مغفرت ذنوب کیلئے کافی ہے اذان

سے پہلے (اور بعد کا وقت) بھی فراغت کا وقت ہے، اس میں بھی نبی اکرم ﷺ نے درود شریف پیش کرنے کا مطالبہ کیا ہے، اس اعتبار سے اذان سے پہلے درود وسلام حضور نبی اکرم ﷺ کا مطلوب ہے اور نبی اکرم ﷺ کے مطلوب کا کم از کم درجہ یہ ہے کہ مستحب ہو، لہٰذا ثابت ہوا کہ اذان سے پہلے اور اس کے بعد نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں ہدیہ صلوٰۃ وسلام پیش کرنا مستحب ہے۔

اذان کے بعد ہدیہ سلام پیش کرنے کے بارے میں درمختار کے قول (فیھا مرتین) پر رد المحتار میں ہے کہ مغرب میں دو مرتبہ (سلام پیش کیا جاتا ہے) جیسے کہ الخزائن میں اس کی تصریح ہے، یہ طریقہ شارح کے زمانے میں موجود تھا، یا اس سے وہ سلام مراد ہے جو مغرب کی اذان کے بعد پڑھا جاتا تھا پھر جمعہ اور پیر کی رات مغرب اور عشاء کی نماز کے درمیان پڑھا جاتا تھا، اسے دمشق میں تذکیر کہتے ہیں جیسے کہ جمعہ کے دن سے پہلے ظہر کی اذان سے پہلے سلام پڑھا جاتا تھا صاحب درمختار نے فرمایا: یہ ''بدعت حسنہ ہے'' اس پر علامہ شامی فرماتے ہیں: کہ النہر الفائق میں القول البدیع (علامہ سخاوی) کے حوالے سے ہے کہ: صحیح قول یہ ہے کہ سلام پڑھنا بدعت حسنہ ہے۔ ﴿ ردالمحتار، باب الاذان: ۱/ ۲۶۱﴾

ردالمحتار میں علامہ شامی کے قول سے ظاہر ہو گیا کہ صاحب درمختار کے زمانے میں مغرب میں دو مرتبہ سلام پڑھا جاتا تھا، اذان سے پہلے اور اس کے بعد، یا مغرب کی اذان کے بعد اور عشاء کی اذان سے پہلے، جیسے ظہر کی اذان سے پہلے پڑھا جاتا تھا، خلاصہ یہ ہے کہ شارح اور محشی کے زمانے میں بعض اذانوں سے پہلے سلام پڑھا جاتا تھا، جیسے کہ اذان کے بعد پڑھا جاتا تھا اور یہ بدعت حسنہ ہے۔

امام سخاوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کہ اذان دینے والے صبح اور جمعہ کی اذان

سے پہلے صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں، باقی فرض نمازوں کی اذان کے بعد رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں ہدیہ صلوٰۃ وسلام پیش کرتے ہیں (مغرب کی نماز میں وقت کی تنگی کی وجہ سے نہیں پڑھتے، صلوٰۃ وسلام کا آغاز سلطان صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کیا تھا، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔)

﴿القول البديع: ١٩٤/١٩﴾

علماء فرماتے ہیں کہ ہر اذان دینے والے اقامت کہنے والے اور سننے والے کے لئے مسنون ہے کہ اذان اور اقامت سے فارغ ہونے کے بعد نبی اکرم ﷺ پر صلوٰۃ وسلام بھیجے۔﴿السراج الوهاج علیب المنهاج، ص٣٨﴾

قبر پر اذان

س : میت کو دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان دینے کا کیا حکم ہے؟

ج : جائز ہے، کیونکہ اذان ذکر ہے اور ذکر عبادت ہے، اللہ تعالیٰ اس مقام پر رحمت و برکت نازل فرماتا ہے جہاں اس کا ذکر کیا جاتا ہے، قبر والا رحمت و برکت کا زیادہ مستحق ہے۔

س : اس کے جائز ہونے کی دلیل کیا ہے؟

ج: اس پر دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ موذن کی مغفرت فرماتا ہے جہاں تک موذن کی آواز پہنچتی ہے (یعنی جتنی دور تک اس کی آواز جائے گی اتنی ہی مغفرت وسیع ہوگی) اور اس کی آواز سننے والی ہر تر اور خشک چیز اس کی مغفرت کی دعا مانگتی ہے۔﴿مسند امام احمد بن حنبل: ١٣٦/٢﴾

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذان سبب مغفرت ہے اور قبر والا مغفرت کا محتاج ہے، علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نماز کے علاوہ بھی

اذان سنت ہے، جیسے نومولود بچے، غم رسیدہ، مرگی کے مریض، سخت غصے میں مبتلا شخص بداخلاق انسان یا چارپائے کے کان میں اذان دینا، اسی طرح لشکر کے ہجوم، آگ لگنے کے موقع پر اور میت کو قبر میں اتارتے وقت، دنیا میں پہلی مرتبہ آمد پر قیاس' تے ہوئے (یعنی جب بچہ اس دنیا میں آتا ہے اس کے کان میں اذان دی جاتی ہے، اسی طرح جب وہ اس دنیا سے رخصت ہو کر قبر میں پہنچا تو اذان دی جائے۔)

﴿ردالمحتار باب الاذان: ۱/ ۲۵۸﴾

رسول اللہ ﷺ کی وہ حدیث بھی دلیل ہے جسے امام احمد، طبرانی اور بیہقی نے روایت کیا کہ جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دفن کئے گئے تو نبی اکرم ﷺ نے تسبیح پڑھی، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی دیر تک آپ کے ساتھ تسبیح پڑھی (یعنی سبحان اللہ کہتے رہے) پھر نبی اکرم ﷺ نے تکبیر کہی تو صحابہء کرام بھی تکبیر کہتے رہے (یعنی اللہ اکبر کہتے رہے) پھر صحابہء کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے پہلے تسبیح پھر تکبیر کیوں پڑھی؟ آپ نے فرمایا: اس مرد صالح پر اس کی قبر تنگ ہو گئی تھی (ہم نے تسبیح اور تکبیر پڑھی) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی قبر کو وسیع فرما دیا۔ ﴿مسند احمد بن حنبل: ۳/ ۳۶۰/ ۳۷۷﴾

علامہ طیبی 'شرح مشکوۃ" میں اس حدیث کا مطلب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: کہ ہم تکبیر کہتے رہے اور تم تکبیر کہتے رہے، ہم تسبیح کرتے رہے اور تم تسبیح کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی قبر کشادہ فرما دی۔ ﴿شرح الطیبی: ۱/ ۲۹۱﴾ (مطلب یہ کہ اذان بھی تکبیر اور شہادت پر مشتمل ہے، صاحب قبر اس کی برکتوں سے مستفیض ہوگا۔)

حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے: کہ حضرت ابن عمر

رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک جنازے میں حاضر ہوئے، آپ نے جب جنازے کو لحد میں رکھا تو کہا: بسم اللہ وفی سبیل اللہ (اللہ کے نام سے اور اللہ کی راہ میں) جب لحد برابر کی تو دعا فرمائی: اے اللہ! اس کو شیطان اور عذاب قبر سے محفوظ فرما پھر فرمایا: میں نے یہ دعا رسول اللہ ﷺ سے سنی۔ ﴿سنن ابن ماجه: ص/۱۱۲﴾

سبزہ جب خشک نہیں ہوتا میت کو نفع دیتا ہے جیسے حدیث شریف میں وارد ہے

﴿صحيح بخاري: ۱/ ۱۸٤﴾

کیونکہ سبزہ تسبیح پڑھتا ہے جب ایسا ہے تو اذان بطریق اولیٰ میت کو نفع دے گی جو تکبیر و تہلیل اور دو شہادتوں پر مشتمل ہے نیز اذان شیطان سے پناہ دینے والی ہے اور اس کی پیٹھ پھیر دینے والی ہے جیسے حدیث شریف میں وارد ہوا ہے، کہ جب مؤذن اذان دیتا ہے تو شیطان گوز مارتا ہوا (یعنی ہوا خارج کرتا ہوا) پشت پھیر جاتا ہے۔

﴿صحيح مسلم: ۱/ ۱٦۷﴾

نیز حدیث شریف میں ہے، جب کسی بستی میں اذان دی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس دن اس بستی کو اپنے عذاب سے محفوظ فرما دیتا ہے۔

﴿الطبراني الكبير: ۱/ ۲٥۷، ۷٤٦﴾

نیز! قبر پر اذان دینے میں میت کا فائدہ ہے، یعنی قبر میں منکر نکیر کے حاضر ہونے کے وقت اسے تلقین کی جا رہی ہے اور اسے نئے ماحول سے مانوس کیا جا رہا ہے اور یہ امر شرعاً مطلوب ہے حدیث پاک میں ہے کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: کہ جب مجھے دفن کر دو تو مری قبر پر مٹی کی کوہان بنانا پھر میری قبر کے پاس اتنی دیر ٹھہرنا جتنی دیر میں اونٹ نحر کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جا سکے یہاں تک کہ میں تمہارے ذریعے انس حاصل کروں اور دیکھوں

کہ میں اپنے رب کے بھیجے ہوئے فرشتوں کو کیا جواب دیتا ہوں۔؟

﴿مسلم شریف : ١ / ٧٦﴾

یہ قبر پر مسلمانوں کے صرف کھڑے ہونے کا فائدہ ہے اگر اس کے ساتھ اذان کے کلمات ادا کیے جائیں تو کیا حال ہوگا؟ (یعنی فائدہ کیوں نہ ہوگا۔؟)

نمازِ جنازہ کے بعد دعا

س : نماز جنازہ کے بعد دعا کا کیا حکم ہے؟

ج : جائز اور مستحب ہے اس سے منع نہیں کیا جائے گا، انسان چاہے زندہ ہو یا مردہ ہر حال میں دعا کا محتاج ہے مردہ تو بطریق اولیٰ محتاج دعا ہے۔

س : اس کے جواز پر دلیل کیا ہے؟

ج : اس پر دلیل امام مسلم کی روایت کردہ یہ حدیث ہے: کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکے اسے چاہیے کہ اپنے بھائی کو نفع پہنچائے۔

﴿صحیح مسلم: باب یہ ہے کہ نظر لگ جائے تو دم مستحب ہے۔ ٢/٢٢٤﴾

دعا کے ذریعے نہ صرف نفع پہنچایا جا سکتا ہے بلکہ بہت نفع پہنچایا جا سکتا ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم سے جہنم کا عذاب پھیر دے، بے شک اس کا عذاب چمٹ جانے والی مصیبت ہے۔

﴿الفرقان: ٢٥ / ٦٥﴾

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کی نشانی یہ ہے کہ اپنے رب سے دعا مانگتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! تمام مومنوں سے عذاب پھیر دے وہ لوگ جو موت کے راستے سے گزر چکے ہیں نیک مسلمانوں کی دعا کے زندوں کی نسبت زیادہ حق دار ہیں اور کثرت سے دعا کرنا ان کے لئے مفید ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے اموات کے بعد زندہ رہنے والے مومنوں سے یہ امر طلب کیا ہے کہ دنیا سے رحلت کرنے والوں کے لئے دعا کی جائے ارشاد ربانی ہے (ترجمہ)

وہ لوگ جو ان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ایمان کے ساتھ ہم سے پہلے گزر چکے ہیں۔

﴿سورۃ الحشر:۵۹/۱۰﴾

تو جو لوگ نماز جنازہ کے بعد دعا مانگتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے طلب فرمانے کی تعمیل کرتے ہوئے قرآن پاک پر عمل پیرا ہیں، وہ اجتماعی طور پر عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمارے اس بھائی کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان کے ساتھ گزر چکا ہے، رہا یہ اعتراض کہ یہ دعا کی تکرار ہو جائے گی (ایک دفعہ نماز جنازہ میں دعا کی جا چکی ہے اور دوسری مرتبہ بعد میں کی جارہی ہے) ہم کہتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ نے بار بار دعا کی ہے، مثلاً حدیث شریف میں ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا فرمائی: اے اللہ! ہمیں بارش عطا فرما اے اللہ! ہمیں سیراب فرما، اے اللہ! ہمیں پانی عطا فرما ﴿مسلم شریف:۱/۲۹۳﴾

امام نووی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: اس طرح تین مرتبہ دعا کی معلوم ہوا کہ تین دفعہ دعا کرنا مستحب ہے۔

﴿مسلم شریف مع شرح امام نووی:۱/۲۹۳﴾

کھانا سامنے رکھ کر قرآن پاک پڑھنا اور دعا کرنا (ختم شریف پڑھنا)

س: کھانا سامنے رکھ کر برکت کیلئے سورۂ فاتحہ اور قرآن پاک کی کچھ سورتیں پڑھنے اور دعا کرنے کا کیا حکم ہے؟

ج: جائز ہے بلکہ مستحب ہے، کیونکہ یہ شرعاً مطلوب ہے، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا

جب تم میں سے ایک شخص کھانا کھائے تو کہے: بسم اللہ (اللہ کے نام سے۔)

﴿جامع الترمذی : ۲ / ۸﴾

بسم اللہ شریف قرآن پاک کی ایک آیت ہے، معلوم ہوا کہ کھانے پر قرآن پاک کا پڑھنا شرعاً مامور ہے۔

امام مسلم اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ اور ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں: کہ غزوۂ تبوک کے دن صحابۂ کرام کو بھوک لاحق ہوگئی انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ اگر آپ ہمیں اجازت دیں تو ہم اپنے اونٹوں کو نحر (ذبح) کریں، ان کا گوشت کھائیں اور ان کی چربی استعمال کریں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ذبح کرو، اتنے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حاضر ہو کر عرض کرنے لگے: یارسول اللہ! اگر آپ نے اونٹوں کے ذبح کرنے کی اجازت دے دی تو سواریوں کی کمی ہو جائے گی آپ صحابہ کو حکم دیں کہ اپنا بچا کھچا زادراہ لے کر آئیں پھر آپ اس پر اللہ تعالیٰ سے برکت کی دعا فرمائیں، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے گا، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: درست ہے، آپ نے ایک دسترخوان منگوا کر بچھا دیا، پھر صحابہ کرام سے بچا کھچا زادراہ منگوایا، راوی کہتے ہیں کہ کوئی صحابی مٹھی بھر کھجوریں لا رہا ہے، تو دوسرا روٹی کے ٹکڑے لے آیا یہاں تک کہ دسترخوان پر کچھ کھانا جمع ہو گیا، رسول اللہ ﷺ نے برکت کی دعا فرمائی، پھر فرمایا: اپنے برتنوں میں لیتے جاؤ، راوی کہتے ہیں کہ صحابہ کرام نے اپنے برتنوں میں کھانا لینا شروع کیا یہاں تک کہ لشکر میں کوئی برتن نہیں چھوڑا جسے بھر نہ دیا ہو، راوی کہتے ہیں کہ صحابہ کرام نے کھانا کھایا یہاں تک کہ سیر ہو گئے، اس کے باوجود کچھ بچ گیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، ایسا نہیں ہوگا کہ کوئی بندہ

بغیر شک کے ان دو گواہیوں کو لے کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو اور اسے جنت سے روک دیا جائے۔ ﴿مسلم شریف: ۱/ ۴۲، ۴۳﴾

خاص طور پر سورۃ الفاتحہ، سورۃ الاخلاص اور سورۃ البقرہ کی چند آیات کا پڑھنا مستحب ہے، کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے: کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورۃ الفاتحہ اور سورۃ البقرہ کی آخری آیات کا جو حرف (حصہ) بھی تم پڑھو گے وہ تمہیں دیا جائے گا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ قل ھو اللہ احد (سورۃ الاخلاص) قرآن پاک کے تہائی حصے کے برابر ہے۔ ﴿مسلم شریف: ۱/ ۲۷۱﴾

رہا ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا تو یہ بھی حدیث شریف میں واقع ہے، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعا میں اس حد تک ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی دکھائی دیتی تھی۔

﴿مسلم شریف: ۱/ ۲۹۳﴾

ایک دوسری حدیث میں ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست اقدس کھانے پر رکھا اور اس پر دعا فرمائی اور وہ کچھ پڑھا جو اللہ تعالیٰ کو منظور تھا۔ ﴿مسلم شریف: ۱/ ۴۶۲﴾

ان احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ کھانا سامنے حاضر ہو تو قرآن پاک اور کلمات طیبات کا پڑھنا اور دعا کرنا مستحب ہے۔ والحمدللہ رب العالمین۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے والے کا حکم

س: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

ج: اس سوال کے جواب میں ہم "الشفاء" سے امام قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصریح نقل کر دیتے ہیں، وہ فرماتے ہیں:

جان لیجئے ! اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں توفیق عطا فرمائے، کہ ہر وہ شخص جو نبی اکرم ﷺ کے حق میں گالی بکے، یا آپ کی ذات اقدس کو عیب لگائے، یا آپ کی ذات اقدس، یا نسب شریف یا دین متین، یا آپ کی کسی صفت اور خصلت میں نقص ثابت کرے، یا آپ پر تعریض (چوٹ) کرے، یا آپ کو کسی شے کے ساتھ تشبیہ دے بطور گالی کے، یا آپ کو عیب لگانے، یا آپ کی شان کم کرنے، یا پست کرنے اور آپ کو عیب لگانے کے، وہ آپ کو گالی دینے والا ہے، اس کا حکم گالی دینے والے کا حکم ہے اسے قتل کیا جائے گا، جیسے کہ ہم عنقریب بیان کریں گے، اس مطلب میں ہم کسی قسم کا استثناء نہیں کرتے اور نہ ہی اس میں شک کرتے ہیں، صراحۃً سب وشتم ہو یا اشارۃً، اسی طرح جو شخص لعنت کی نسبت آپ کی طرف کرے، یا آپ کے خلاف بددعا کرے یا آپ کے نقصان کی آرزو کرے، یا بطور ذم آپ کی طرف ایسی چیز کی نسبت کرے جو آپ کے منصب رفیع کے لائق نہیں ہے، یا بغیر کسی مقصد کے آپ کی نسبت ہلکا، قابل ترک جھوٹ اور ناپسندیدہ کلام زبان پر لائے، یا آپ کی ذات اقدس پر بطور ابتلا اور امتحان جو حالات طاری ہوئے ان کا طعنہ آپ کو دے، یا آپ پر جو بعض بشری عوارض طاری ہوئے جن کا طاری ہونا، آپ پر جائز تھا انکی وجہ سے آپ پر اعتراض کرے، یہ صحابہ کرام کے زمانے سے لے کر اس وقت تک کہ علماء اور ائمہ فتویٰ کا اجماعی فیصلہ ہے۔

ابوبکر بن منذر نے فرمایا: جمہور اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ جس شخص نے نبی اکرم ﷺ کو گالی دی اسے قتل کیا جائے گا، اس کے قائلین میں امام مالک بن انس امام لیث احمد اور اسحاق ہیں اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے۔

قاضی ابوالفضل فرماتے ہیں: یہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

قول کا مقتضاء بیان حضرات کے نزدیک اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی، اسی طرح امام ابوحنیفہ، ان کے شاگردوں، سفیان ثوری، اہل کوفہ اور امام اوزاعی نے مسلمانوں کے بارے میں کہا، لیکن انہوں نے فرمایا: یہ ارتداد ہے، ایسا ہی فتوی ولید بن مسلم نے امام مالک سے نقل کیا ہے۔

امام طبری نے امام ابوحنیفہ اور ان کے شاگردوں سے ایسا ہی فتویٰ اس شخص کے بارے میں نقل کیا ہے جس نے نبی اکرم ﷺ کی تنقیص شان کی، یا آپ کی تکذیب کی یا آپ سے براءت (بے تعلقی) کا اعلان کیا، حضرت امام سحنون نے اس شخص کے بارے میں فرمایا: جس نے نبی اکرم ﷺ کو گالی دی وہ مرتد ہے اور اس کا حکم وہی زندیق والا ہے۔ (۱۸۳)

تمام وہ حقوق جو نبی اکرم ﷺ کے لئے واجب اور متعین ہیں یعنی آپ کی خدمت اور تعظیم وتوقیر وغیرہ، تو وہ کتاب وسنت میں مذکور ہیں اور ان پر امت مسلمہ کا اجماع ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں رسول اللہ ﷺ کو ایذاء دینا حرام قرار دیا ہے اور مسلم امہ کا اجماع ہے کہ جو مسلمان آپ کی شان میں تنقیص کا مرتکب ہو اور آپ کو گالی دے اسے قتل کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے (ترجمہ) بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء دیتے ہیں، ان پر اللہ نے دنیا اور آخرت میں لعنت فرمائی ہے اور ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کیا ہے۔ ﴿الاحزاب: ۳۳/ ۵۷﴾

یہ بھی فرمایا: وہ لوگ جو رسول اللہ ﷺ کو ایذاء دیتے ہیں، ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ ﴿التوبہ: ۹/ ۶۱﴾

ایک جگہ ارشاد فرمایا: تمہارے لئے جائز نہیں تھا کہ تم رسول اللہ ﷺ کو ایذاء

پہنچاتے اور نہ یہ کہ ان کے بعد ان کی ازواج سے کبھی بھی نکاح کرتے، بے شک اللہ کے نزدیک یہ عظیم (جرم) ہے۔ ﴿الاحزاب: ۳۳/۵۳﴾

حضور نبی اکرم ﷺ پر تعریض (چوٹ) کو حرام قرار دیتے ہوئے فرمایا:

اے ایمان والو! "راعنا" نہ کہو، یوں کہو "انظرنا" اور (توجہ سے) سنو۔

﴿البقرہ: ۲/ ۱۰۴﴾ ﴿۱۸۴﴾

ابھی ایک آیت کا ترجمہ بیان ہوا کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء دیتے ہیں، ان پر اللہ نے دنیا اور آخرت میں لعنت فرمائی ہے مومن کو (بلا سبب شرعی) قتل کرنے والے کے بارے میں بھی اسی طرح فرمایا: دنیا میں اللہ تعالیٰ کی لعنت کا مطلب قتل ہے، اللہ تعالیٰ کا منافقین کے بارے میں ارشاد ہے (ترجمہ) لعنت کئے ہوئے ہیں جہاں ملیں پکڑ لئے جائیں اور چن چن کر قتل کئے جائیں۔

﴿الاحزاب: ۳۳/۶۱﴾

جنگ کرنے والے کافروں اور ان کی سزا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا (ترجمہ)

ان کیلئے دنیا میں رسوائی (یعنی قتل) ہے۔ ﴿البقرۃ: ۲/ ۱۱۴﴾

بعض اوقات قتل بمعنی لعنت آجاتا ہے جیسے فرمایا: "قتل الخراصون" قتل کئے جائیں دل سے گھڑنے والے۔ ﴿الذاریات: ۵۱/۱۰﴾

ایک جگہ فرمایا: قاتلهم الله انی یوفکون اللہ انہیں ہلاک کرے وہ کہاں سر جھکائے گرے جاتے ہیں؟ ﴿التوبۃ: ۹/۳۰﴾ یعنی اللہ تعالیٰ ان پر لعنت فرمائے یہ وجہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کو ایذاء دینے اور مومنوں کو ایذاء دینے میں فرق نہیں ہے، مومنوں کو ایذاء دینے کی سزا تو قتل سے کم بھی ہے مثلاً مارنا اور عذاب دینا، لہٰذا اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی اکرم ﷺ کو ایذاء دینے والے کی سزا اس

سے تخت ہونی چاہئے اور وہ قتل ہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا (ترجمہ) اے حبیب! تمہارے رب کی قسم! یہ لوگ مومن نہیں ہونگے، جب تک آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں۔

﴿النساء: ٤/٦٥﴾

اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے ایمان کی نفی کی ہے، جو حضور نبی اکرم ﷺ کے فیصلہ سے اپنے دل میں کبیدگی محسوس کرے اور آپ کے سامنے سرِ تسلیم خم نہ کردے تو جو شخص آپ کی تنقیص کرے وہ تو اس سے بھی گیا گزرا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا (ترجمہ) اے ایمان والو! اپنی آواز کو نبی کی آواز سے اونچا نہ کرو... کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر ہی نہ ہو۔

﴿الحجرات: ٤٩/٢﴾

اعمال کی بربادی کا سبب کفر ہے اور کافر کو قتل کیا جاتا ہے۔

ایک جگہ منافقین کے بارے میں فرمایا (ترجمہ) اور جب آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ کو وہ ہدیہ پیش کرتے ہیں جو آپ کو اللہ تعالیٰ نے عطا نہیں فرمایا (پھر فرمایا) انہیں جہنم کافی ہے، وہ اس میں داخل ہوں گے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔

﴿المجادلہ: ٥٨/٨﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان (منافقین) میں سے بعض وہ ہیں جو نبی اکرم ﷺ کو ایذا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ کان ہیں (ہر بات سن لیتے ہیں) ﴿التوبہ: ٩/٦١﴾

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا اور اگر آپ ان سے پوچھیں گے تو وہ ضرور کہیں گے کہ ہم صرف دل لگی اور کھیل کرتے تھے (یہاں تک کہ فرمایا) تم نے ایمان ظاہر کرنے کے بعد کفر کیا ہے۔ ﴿التوبة: ٩/٦٥-٦٦﴾

مفسرین فرماتے ہیں کہ کَفَرْتُمْ کا مطلب یہ ہے کہ تم رسول اللہ ﷺ کی شان میں نازیبا باتیں کہہ کر کافر ہو گئے ہو۔ اجماع کا ذکر ہم اس سے پہلے کر چکے ہیں

آثار

ہمیں حدیث بیان کی: شیخ ابو عبداللہ احمد بن محمد بن غلبون نے، انہوں نے شیخ ابو ذر ہروی سے بطور اجازت روایت کی، انہوں نے فرمایا: ہمیں ابوالحسن دارقطنی اور ابو عمر ابن حیویہ نے بیان کیا کہ ہمیں محمد بن نوح نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا ہمیں عبداللہ بن جعفر نے علی بن موسی سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ان کے دادا محمد باقر بن علی بن حسین سے (امام محمد باقر نے) اپنے والد (حضرت امام زین العابدین) سے انہوں نے اپنے والد سیدنا حسین بن علی سے انہوں نے اپنے والد سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی نبی کو گالی دی اسے قتل کرو اور جس نے میرے صحابہ کو گالی دی اسے مارو۔

حدیث صحیح میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے کعب بن اشرف کو قتل کرنے کا حکم دیا، آپ نے فرمایا: کعب بن اشرف کے لئے کون ہے؟ اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذاء دیتا ہے، دوسرے مشرکوں کے برعکس اسے دعوت کے بغیر آپ کے بھیجے ہوئے صحابی نے قتل کر دیا۔

آپ نے قتل کے حکم کی علت یہ بیان کی کہ وہ آپ کو ایذاء دیتا تھا، اس سے معلوم ہوا کہ اس کا قتل شرک کی بنا پر نہیں، بلکہ ایذاء رسانی کی بنا پر تھا۔

اسی طرح آپ نے ابو رافع (یہودی) کے قتل کا حکم دیا، حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو ایذاء دیتا تھا اور آپ کے خلاف دشمنوں کی امداد کرتا تھا، اسی طرح آپ نے فتح مکہ کے دن ابن خطل اور اس کی دو لونڈیوں کے قتل

کا حکم صادر فرمایا، یہ لونڈیاں اپنے گانوں میں نبی اکرم ﷺ کو سب وشتم کرتی تھیں۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کو گالیاں دیا کرتا تھا آپ نے فرمایا: کون ہے؟ جو ہمارے دشمن کیلئے ہمیں کفایت کرے؟ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا! میں یہ خدمت انجام دوں گا، چنانچہ انہوں نے اس شخص کو قتل کر دیا۔

اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے کافروں کی ایک جماعت کو قتل کرنے کا حکم دیا جو آپ کو ایذاء دیا کرتی تھی اور گالیاں دیا کرتی تھی، جیسے نضر بن حرث اور عقبہ بن ابی معیط، فتح مکہ سے پہلے اور بعد کافروں کی ایک جماعت کے قتل کا حکم دیا، وہ سب قتل کئے گئے، سوائے ان کے جو قابو میں آنے سے پہلے اسلام لے آئے، امام بزار حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں: کہ عقبہ ابن معیط نے پکار کر کہا: اے گروہ قریش! مجھے کیا ہے؟ کہ میں تمہارے درمیان قید کی حالت میں قتل کیا جاؤں گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تیرے کفر اور رسول اللہ ﷺ پر افتراء کے سبب تجھے قتل کیا جائے گا۔

محدث عبدالرزاق نے بیان کیا: کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں سب وشتم کا ارتکاب کیا، آپ نے فرمایا: کون ہے؟ جو ہماری طرف سے ہمارے دشمن کے لئے کافی ہو؟ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، میں اس کے لئے کافی ہوں گا، انہوں نے اسے مقابلے کے لئے طلب کیا، اور اسے جہنم رسید کر دیا، یہ بھی روایت کیا کہ ایک عورت حضور نبی اکرم ﷺ کو گالیاں دیا کرتی تھی، آپ نے فرمایا: کون ہماری طرف سے اس دشمن عورت کے لئے کفایت کرے گا؟ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی طرف نکلے اور اسے قتل کر دیا۔

مروی ہے کہ ایک شخص نے حضور نبی اکرم ﷺ کے بارے میں جھوٹ بولا آپ نے حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اسے قتل کرنے کے لئے بھیجا، ابن قانع روایت کرتے ہیں: کہ ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: کہ میں نے اپنے باپ کو آپ کے بارے میں ایک قبیح بات کہتے ہوئے سنا تو میں نے اسے قتل کر دیا، یہ بات نبی اکرم ﷺ کو ناگوار نہیں گزری (یہ آپ کی طرف سے تائید تھی، ورنہ آپ انہیں زجر و توبیخ فرماتے۔)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مہاجر بن ابی امیہ کو یمن کا امیر مقرر کیا ہوا تھا، انہیں اطلاع ملی کہ وہاں ایک عورت مرتد گانوں میں نبی اکرم ﷺ کو سب وشتم کرتی ہے انہوں نے اس عورت کا ہاتھ کاٹ دیا اور اگلے دانت توڑ دیئے یہ بات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچی تو انہون نے فرمایا: اگر تم نے اسے مذکورہ بالا سزا نہ دی ہوتی تو میں تمہیں حکم دیتا کہ اسے قتل کر دو، کیونکہ انبیاء کرام کی توہین کی بنا پر حد (سزا) دوسری سزاؤں جیسی نہیں ہوتی (بلکہ اس کی سزا قتل ہے۔)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے: کہ قبیلہ خطمہ کی ایک عورت نے نبی اکرم ﷺ کی ہجو کی، آپ نے فرمایا: کون ہے؟ جو ہماری طرف سے اسے سزا دے، اس کی قوم کے ایک صحابی نے کہا: میں اسے سزا دوں گا، وہ اٹھے اور اسے قتل کر دیا، نبی اکرم ﷺ کو خبر دی گئی تو آپ نے فرمایا: اس عورت کے بارے میں دو مینڈے ایک دوسرے کو سینگ نہیں ماریں گے (یعنی دو فریق آپس میں جنگ نہیں کریں گے۔)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے: کہ ایک نابینا صحابی کے بیٹے کی ماں جو کہ لونڈی تھی، نبی اکرم ﷺ کو گالیاں دیا کرتی تھی، وہ صحابی اس کو منع کیا

کرتے تھے لیکن وہ باز نہ آتی، ایک رات اس نے پھر وہی خبیثانہ حرکت شروع کر دی نابینا صحابی نے اسے قتل کر دیا، حضور نبی اکرم ﷺ کو اطلاع دی گئی تو آپ نے اس کا خون رائیگاں قرار دیا (یعنی وہ اسی لائق تھی) حضرت ابو برزہ اسلمی کی حدیث میں ہے کہ میں ایک دن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، آپ ایک مسلمان شخص پر ناراض ہوئے، قاضی اسماعیل اور متعدد ائمہ نے اس حدیث میں بیان کیا کہ اس شخص نے حضرت ابو بکر صدیق کو گالی دی، امام نسائی کی روایت میں ہے کہ (حضرت ابو برزہ اسلمی فرماتے ہیں) کہ میں حضرت ابو بکر صدیق کے پاس حاضر ہوا آپ نے ایک شخص کو کوئی سخت بات کہی اس نے بھی پلٹ کر وہی بات کہی میں نے عرض کیا: اے رسول اللہ کے خلیفہ! مجھے اجازت دیجئے کہ اس کا سر قلم کر دوں، آپ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ! یہ حد صرف رسول اللہ ﷺ کے لئے ہے، (کہ آپ کے گستاخ کو قتل کیا جائے گا) قاضی ابو محمد بن نصر فرماتے ہیں کہ اس مسئلے میں کسی نے بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مخالفت نہیں کی۔

ائمہ دین نے اس حدیث سے نبی اکرم ﷺ کو ناراض کرنے والے کے قتل پر استدلال کیا ہے، خواہ کسی بھی طریقے سے آپ کو ناراض کرے، یا آپ کو اذیت دے یا آپ کو گالی دے۔

اس کی تائید حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس مکتوب سے ہوتی ہے، جو انہوں نے کوفہ میں اپنے عامل کو لکھا، عامل نے اس شخص کو قتل کرنے کے سلسلے میں مشورہ طلب کیا تھا، جس نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گالی دی تھی حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے عامل کو لکھا کہ کسی مسلمان مرد کو کسی بھی انسان کو گالی دینے کی بنا پر قتل کرنا حلال نہیں ہے سوائے اس شخص کے جو رسول اللہ ﷺ کو گالی دے

جوآپ کو گالی دے اس کا خون حلال ہے۔

ہارون رشید نے امام مالک سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا جس نے نبی اکرم ﷺ کو گالی دی، اور یہ بھی بیان کیا کہ فقہاء عراق نے اسے کوڑے لگانے کا فتویٰ دیا ہے، امام مالک ناراض ہوئے اور فرمایا: اے امیر المومنین! نبی اکرم ﷺ کو گالی دیئے جانے کے بعد اس امت کے زندہ رہنے کا کیا فائدہ؟ جو شخص انبیاء کرام علیہم السلام کو گالی دے گا اسے قتل کیا جائے گا۔(۱۸۵)

فهرس المراجع

١. أخرجه أحمدعن ابي بصرة الغفاري ٦/ ٦٣٩
٢. أخرجه الترمذي في الجامع ٢/ ٣٩ كتاب الفتن
٣. أخرجه أحمدعن عبدالله ابن مسعود ١/ ٣٧٩
٤. أخرجه البخاري في الصحيح ١/ ٩٦٣، كتاب الرقاق، باب التواضع.
٥. أخرجه الترمذي في الجامع ٢/ ١٩٨، ابواب الدعوات.
٦. أخرجه البخاري في الصحيح ١/ ١٣٧، ابواب الإستسقاء
٧. زادالمعاد فصل في هديه ﷺ في الذكر ٢/ ١٦-١٧
٨. أخرجه ابن ماجه في السنن ١٠/ ٥٦، باب المشي الى الصلاة
٩. أخرجه الطبراني في الكبير ٢٤/ ٢٧٨ (٨٧١)
١٠. أخرجه ابن ابي شيبه في المصنف ١٢/ ٣٢، كتاب الفضائل باب ما ذكر في فضل عمربن الخطاب.
١١. أخرجه مسلم في الجامع الصحيح، ٢/ ٣٤٥ كتاب الذكر: باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن و الذكر.
١٢. أخرجه ابوداؤد، ٢/ ٣٠٧، كتاب الادب: باب الجلوس بالطرقات.
١٣. أخرجه البخاري ١/ ١٩٩، كتاب الزكوة: باب من سأل الناس تكثرا.
١٤. أخرجه الطبراني في الكبير، ١٠/ ٢١٧ (١٠٥١٨)
١٥. خلاصة الكلام في بيان أمراء البلد الحرام، ٣٤٤-٤٥
١٦. سبيل الأنكار والاعتبار فيما يمر بالانسان وينقص الأعمار
١٧. أخرجه أحمد في مسنده ٣/ ١٦٥، والحكيم الترمذي في نوادر الأصول
١٨. كشف الأستار عن زوائد البزار ١/ ٣٩٧ (٨٤٥)
١٩. الصحيح للبخاري ١/ ٥٤٩ كتاب بنيان الكعبة: باب المعراج
٢٠. أخرجه المسلم في الصحيح ٢/ ٢٦٨، باب في فضائل موسى عليه السلام

٢١. أخرجه البيهقي في حياة الانبياء ٣،
٢٢. فيض القديرشرح الجامع الصغير ٣/١٨٤(٣٠٨٩)
٢٣. القرآن:٣/١٦٩
٢٤. أخرجه أحمدفي مسنده ٦/٢٠٢،
٢٥. أخرجه المسلم في الصحيح ٢/٢٥٦كتاب الفضائل باب قربه ﷺ
٢٦. أخرجه أبويعلى في مسنده ١٣/١٣٩(٧١٨٣)
٢٧. أخرجه البخارى في الصحيح ١/٣١،كتاب الوضوء ١/٥٤
٢٨. مسندأحمد١/٤٤١(٢٣٩٩)طبع جديد.
٢٩. الصحيح للمسلم ٢/١٩٠ كتاب اللباس.
٣٠. أخرجه المسلم في الصحيح ١/٣١٤ كتاب الجنائز في الذهاب الى زيارة القبور.
٣١. بيهقي في شعب الايمان ٧/١٥(٩٢٨٩)
٣٢. الصحيح للمسلم ١/٣١٣ كتاب الجنائز.
٣٣. الجامع الصحيح للبخارى ١/١٧١،كتاب الجنائز زيارة القبور.
٣٤. الجامع الصحيح للمسلم ١/٣١٤،كتاب الجنائز.
٣٥. أخرجه أحمد ٢/٣٣٧،٣٥٦.
٣٦. أخرجه البخارى في فضل الصلاة في مسجد مكة والمدينة ١/١٥٨
٣٧. أخرجه الديلمي في فردوس الأخبار ٤/٣١٤(٦٤٦٠)
٣٨. أخرجه البيهقي في شعب الايمان ٧/١٧(٩٢٩٦)فصل في زيارة القبور
٣٩. القرآن:٣٥/٢٢
٤٠. كتاب الروح لابن القيم٧٥.باب تحقيق سماع الموتى
٤١. سبيل الأذكارللإمام عبدالله بن علوى الحداد على هامش النصائح الدينية، ص٥٨، مطبع مصطفى البابي، مصر
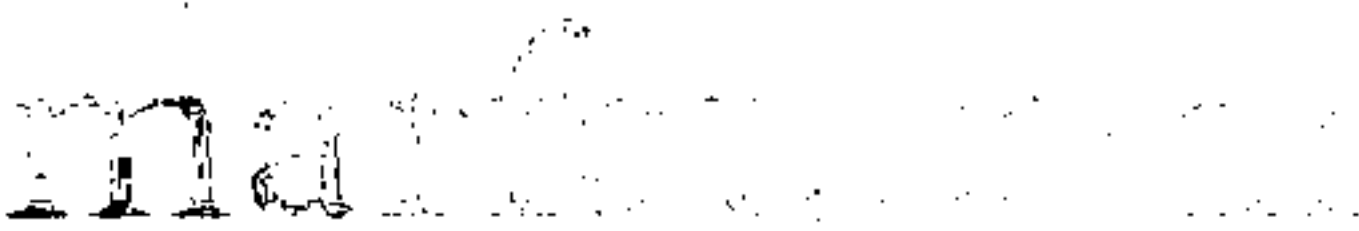
٥٢. أخرجه أحمدفي مسنده ٥/٢٧،٢٦
٥٣. أخرجه الطبراني في الكبير ١٢/٣٤٠(١٣٦١٣)
٥٤. كتاب الروح لابن القيم ١٤، ١٣، المسئلة الاولى هل تعرف الاموات زيارة الاحياء.
٥٥. أخرجه الدار قطني كذا في نيل الاوطار ٤/٩٣ كتاب الجنائز الجنائز، باب وصول ثواب القرب المهداة إلى الموتى.
٥٦. القرآن:٥٣/٣٩
٥٧. أخرجه المسلم في كتاب الوصية ٢/٤١ باب ما يلحق الانسان من ثواب بعد موته.
٥٨. كتاب الروح لابن القيم ٢٣/٢٢٢، المسئلة السادسة عشرة.
٥٩. أخرجه ابن جرير في جامع البيان ٢٧/٣٩، وأبوعبدالله القرطبي في الجامع لاحكام القرآن:١٧/١١٤.
٦٠. روح المعاني للامام محمود آلوسي البغدادي ٢٧/٥٧ تحت آية أن ليس الانسان إلا ما سعى.
٥١. أخرجه المسلم في الحج ١/٤٣١، باب صحة حج الصبي.
٥٢. أخرجه البخاري في الجنائز ١/٦٨٦، باب موت الفجاءة.
٥٣. أخرجه ابن عساكر في تاريخ دمشق (تهذيب ٢/٢٥٩ في ترجمة إبراهيم بن محمد بن سليمان.
٥٤. أخرجه القاضي إسماعيل في فضل الصلاة على النبي ٤٢(١١٠)
٥٥. كتاب العلل والسوالات لعبدالله ابن أحمد عن أبيه، ٦٦
٥٦. أخرجه ابن ماجه في الجنائز ١/١١٢، باب ماجاء في العلامة في القبر
٥٧. أخرجه البخاري في الجنائز ١/١٧٧ باب مايكره من اتخاذ المساجد على القبور.
٥٨. أخرجه المسلم في صفات المنافقين ٢/٣٧٦، تحريش الشيطان.
٥٩. الفتاوى الكبرى لابن حجر ١١/٣٠، ٢٢٩. رقم المسئلة (١٨٧)

٦٠. أخرجه الطبرانی فی الکبیر ٨/٢٩٨(٧٩٧٩)
٦١. أخرجه المسلم فی الوصیة ٢/٤١ باب وصول ثواب الصدقات إلی المیت
٦٢. أخرجه أحمد ٥/٢٨٥،٦/٧، وأبوداؤد فی الزکوة ١/٢٣٦ باب فی فضل سقی الماء.
٦٣. أخرجه المسلم فی باب وصول ثواب الصدقة عن المیت ١/٣٢٤
٦٤. القرآن:٣/٣٧
٦٥. القرآن:١٩/٢٥
٦٦. أخرجه البخاری فی الجهاد ١/٤٢٨ وفی المغازی ٢/٥٨٥
٦٧. أخرجه البخاری فی المغازی ٢/٥٨٦ باب غزوة الرجیع.
٦٨. أخرجه البخاری فی المناقب ١/٥٣٧فی منقبة أسید ابن حضیر.
٦٩. أخرجه البخاری فی التعبیر ٢/١٠٣٥ من رآی النبی.
٧٠. الحاوی للفتاوی للسیوطی ٢/٢٦٥ تنویرالحلك فی رؤیة النبی.
٧١. لطائف المنن لابن عطاء الله سکندری ١٥١، الباب الاول.
٧٢. مثیرالغرام الساکن إلی أشرف الأ ماکن ١٠٩.١١١(٩٧،٩٨،٩٩)
٧٣. والبیهقی فی دلائل النبوة ٧/٦٩.٢٦٨
٧٤. القرآن:١٧/٨٢
٧٥. الأفراد للدار قطنی کذا فی کنزالعمال ١٠/٩(٢٨٠٦)
٧٦. أخرجه المسلم ٢/٢٢٤ باب استحباب الرقیة
٧٧. زادالمعاد حرف الکاف ٣/٢١٤.
٧٨. ایضاً:٣/٢١٥
٧٩. مجموع فتاوی ابن تیمیه ١٢/٥٩٩
٨٠. أخرجه أحمد٤/١٥٦ عن عقبة بن عامر
٨١. أخرجه المسلم عن جریر بن عبدالله فی کتاب العلم ٢/٣٤١ باب من سن سنة.

٨٢. الحاوى للفتاوى للسيوطى ١/١٩٦ حسن المقصد في عمل المولد
٨٣. أيضاً
٨٤. المورد الروى فى المولد النبوى للملا على القارى ٢٧،
٨٥. أخرجه المسلم فى الذكر ٢/٣٤٥ باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن والذكر.
٨٦. أخرجه المسلم فى الذكر ٢/٣٤٥ فضل الاجتماع على تلاود القرآن والذكر
٨٧. أخرجه أحمد عن أنس:٣/١٤٢، وابونعيد فى الحلية ٣/١٠٨.
٨٨. أخرجه البخارى فى التوحيد ٢/١١٠ باب قول الله عز وجل ويحدركم الله بفسه والمسلم في الذكر ٢/٣٤١،البحث على ذكر الله
٨٩. أخرجه احمد ٣/٦٨،٧١. والحاكم ١/٤٩٩ كتاب الدعاء
٩٠. القرآن:٤٢/٢٣
٩١. أخرجه الطبراني في الكبير ٣/٤٧(٢٦٤١) و ١١/٣٥١(١٢٢٥٩)
٩٢. أخرجه البخارى في التفسير ٢/٧١٣، سورة الشورى،
٩٣. أخرجه ابن ابى حاتم فى تفسيره كذا فى الدر المنثور للسيوطى ٦/٧
٩٤. أخرجه ابن ماجه فى مقدمة السنن ٢/١٣ باب فى فضل عباس بن عبدالمطلب باختلاف
٩٥. أخرجه الترمذى فى المناقب ٢/٢١٩ مناقب أهل البيت.
٩٦. كنزالعمال ١٦/٤٥٦(٤٥٤٠٩)احاديث مترفقة
٩٧. أخرجه الطبرانى فى الأوسط كذا فى مجمع الزوائد ٩/١٦٣ باب فى فضل أهل البيت
٩٨. أخرجه الطبرانى فى الأوسط كذا فى كنزالعمال ١/٧٧(٣٠٨)
٩٩. أخرجه البيهقى فى شعب الايمان ٢/١٨٩(١٥٠٠٥)
١٠٠. مناقب قرابة النبى ﷺ
١٠١. ايضا:١/٥٢٦
١٠٢. الشفا بتعريف حقوق المصطفى للقاضى عياض ٢/٣٧ فصل من توقيره وبر آل

١٠٣. القرآن:٣٣/٥٧
١٠٤. ايضا:
١٠٥. أخرجه ابن عدى فى الكامل ٧/٢٧١٧ فى ترجمة يزيد بن عبدالملك
١٠٦. أخرجه الحاكم فى المستدرك ٣/١٤٩ معرفة الصحابة، باب مبغض أهل البيت يدخل النار
١٠٧. محمد بن عمر ملا فى سيرته
١٠٨. أخرجه الحاكم ٣/١٤٩ معرفة الصحابة، باب خصوصيات أهل البيت
١٠٩. أخرجه الديلمى فى الفردوس، وكذا فى كنزالعمال ١٢/٩٣(٣٤١٤٣)
١١٠. القرآن:٣٣/٣٣
١١١. أخرجه ابن عساكر فى تاريخ دمشق (تهذيب ٣/٢٠٨)في ترجمة حسن بن على
١١٢. أخرجه أحمد ٦/٢٩٢، والطبرانى فى الكبير ٣/٥٥
١١٣. أخرجه أحمد ٦/٣٢٢، والطبرانى فى الكبير ٣/٥٣
١١٤. القرآن:٣/٦١
١١٥. أخرجه المسلم ٢/٢٧٨ كتاب الفضائل. باب فضائل على.
١١٦. مجمع الاحباب.
١١٧. أخرجه الطبرانى فى الكبير ٧/٢٢(٦٢٦٠)
١١٨. نقله الملا على القارى فى المرقاة.
١١٩. أخرجه الحاكم فى المستدرك ٣/١٥٠، كتاب معرفة الصحابة.
١٢٠. ٢/٢٩٧(٢٧، ١٠٢١، ١١٤٠٠)والطبرانى فى الكبير٣/٦٦(٢٦٧٩)
١٢١. أخرجه الحاكم فى المستدرك ٣/١٥١ فضائل اهل بيت.
١٢٢. أخرجه الطبرانى فى الصغير ٢/٣٠٣(٨١٢)
١٢٣. أخرجه البيهقى فى الشعب ٢/٢١٦(١٥٧٦-٧٧)فى تعظيم النبى.
١٢٤. ديوان الشافعى، ٣٢٣، باب آل بيت الرسول ﷺ

١٢٥. أخرجه المسلم في الايمان ١/١١٤ من مات على الكفر.

١٢٦. ايضا

١٢٧. أخرجه أحمد ٤/٣٢٣، والحاكم في المستدرك ٣/١٥٨، فضائل السيدة فاطمة رضي الله تعالى عنها.

١٢٨. مرتخريجه برقم ١١٩.

١٢٩. الفتاوى الحديثية للامام أحمد بن حجر رحمه الله.

١٣٠. أخرجه الحاكم ٣/١٤٢، نكاح عمر بأم كلثوم رضي الله تعالى عنها

١٣١. أخرجه البزار في مسنده كشف الأستار ٣/١٥٣ (٢٤٥٧)

١٣٢. أخرجه أحمد ٣/١٨، ٦٢، والحاكم في المستدرك ٤/٧٤ في فضائل قريش

١٣٣. القرآن: ٨/٦٤

١٣٤. القرآن: ٩/٨٨، ٨٩

١٣٥. القرآن: ٩/١٠٠

١٣٦. القرآن: ٤٨/٢٩

١٣٧. القرآن: ٨/١٧٢

١٣٨. القرآن: ٨/٧٤

١٣٩. رواه ابن ماجه في فضل أهل بدر، ص١٥،

١٤٠. رواه مسلم في فضائل الصحابة ٢/٣٠٩.

١٤١. ذكره أحمد في مسنده ٤/٣٩٩، ومسلم في كتاب الفضائل ٢/٣٠٨

١٤٢. رواه عبدالرزاق في المصنف ١١/٣٤١ (٢٠٧١٠)

١٤٣. رواه البخاري في كتاب الجهاد ١/٤٠٦، وفي باب فضائل اصحاب

١٤٤. القرآن: ١٩/١٧

١٤٥. القرآن: ٥/١٥

١٤٦. تنوير المقباس من تفسير ابن عباس ص ٧٢.

تصنیف

فنافی الرسول شیخ ابو عبداللہ محمد بن سلیمان الجزولی رحمہ اللہ تعالیٰ

تصنیف حزب البحر: حضرت شیخ سید ابو الحسن شاذلی رحمہ اللہ تعالیٰ

ترجمہ : علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری برکاتی

مکتبہ قادریہ ۰ لاہور

یادِ اعلیٰ حضرت

تصنیف: علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری

مکتبہ قادریہ ۰ لاہور

علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے تذکار پر ایک مکمل علمی کتاب

محسنِ اہلِ سُنّت

مُصنف: محمّد عبدالستار طاہر

رضا دارالاشاعت • لاہور

تعارف
فقہ و تصوف

الممتاز پبلی کیشنز لاہور

سدا بہار خوشبوئیں

(ترجمہ)

فضیلۃ الشیخ سید محمد صالح فرفور

مترجم

علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری

مکتبہ قادریہ ۔ لاہور